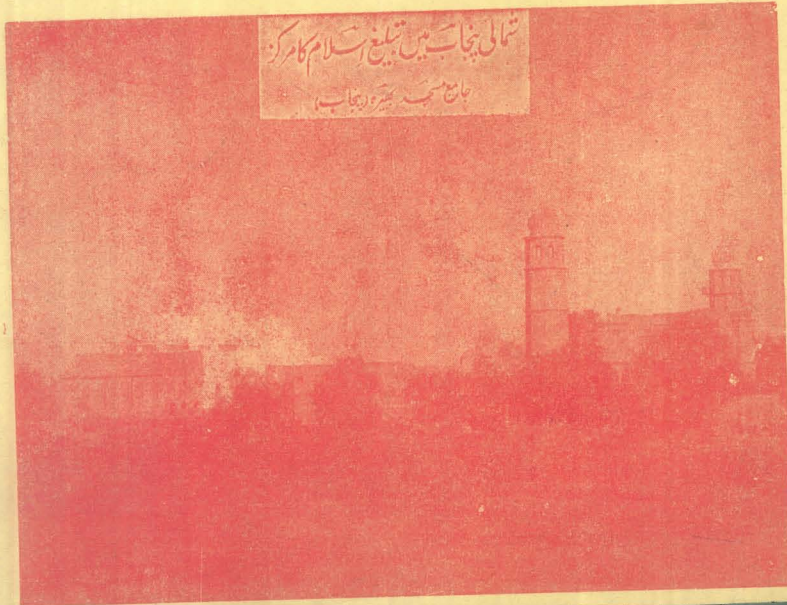


شمالی پنجاب میں تبلیغ اسلام کا مرکز
ماہنامہ سہ ماہی پنجاب



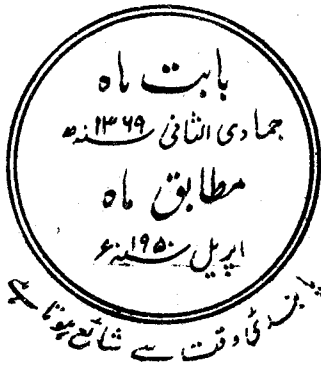
پیشکش کنندہ مولانا محمد شفیع صاحب
پیشکش کنندہ مولانا محمد شفیع صاحب

مختار احمد صاحب
مولانا الحاج افتخار احمد صاحب گویا امیر خزانہ انصار بھٹہ

مدیر مسئول
مولانا حسین

مدیر مسئول
مولانا حسین





ماہنامہ

شمس الاسلام

مدیر اعزازی - سید سیاح الدین کاخیل

مقام اشاعت - دفتر ماہنامہ شمس الاسلام - جامع مسجد
بھیرہ (پاکستان)

باہتمام

غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹیر، پبلشر شنائی برقی
پریس سرگودھا سے چھپکر بھیرہ پاکستان سے شائع ہوا۔

- (۱) بزم انصار ادارہ
- (۲) تعلیمات اسلامی مولانا محمد زاہد صاحب حسینی
- (۳) شذرات ادارہ
- (۴) قرارداد مقاصد مولانا کشف الدجی بھالہ
- (۵) الحمد للہ رب العالمین مولانا غلام شکیل رحمانی
- (۶) قوم کے جوائف نکاح محترم شمس صابو لاگری
- (۷) یتیم پوتے کے مولانا سید سیاح الدین کاخیل
- میراث کا مسئلہ کا کاخیل (مدیر اعزازی)
- (۸) صحابہ کرام کے بارگاہ مولانا محمد رمضان صاحب حسینی
- رسالت استفسارات
- (۹) ضیائے اسلام محترم شمس صابو لاگری
- (۱۰) باب التقریظ ادارہ

ضروری گذارش: ہر جملہ خط و کتابت و ترسیل زربنام منیجر جدید "شمس الاسلام" بھیرہ ہونی چاہئے۔

بزم انصار

مجلس مرکزی حزب الانصار کی بیسویں عظیم الشان سالانہ کانفرنس

(ادارہ)

قاسمی نے پڑھائی۔ اور مجتہد اسقدر اذحام تھا کہ جامع مسجد کے وسیع صحن میں جگہ ملنی مشکل ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اجلاس اول کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت مولانا افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار نے افتتاحی تقریر میں علمائے کرام کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ اور بیرونی حضرات سے درخواست کی کہ کوئی صاحب کسی دوکان، ہوٹل سے کھانا نہ کھائے۔ کیونکہ تمام بیرونی حضرات کے خورد و نوش کا انتظام بلا معاوضہ مجلس مرکزی حزب الانصار کی طرف سے ہوگا۔

مذکورہ بالا امور کو بالتفصیل واضح کرنے کے بعد صدارت کے لئے حضرت پیر صاحب قبلہ سجادہ نشین ترمذی شریف کا اسم گرامی پیش کیا۔ اور درخواست کی کہ کرسی صدارت پر تشریف لاکر منہوں فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد باوا الحق صاحب قاسمی نے ختم نبوت پر تقریر شروع کی۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد مآکانِ محمدؐ اَبَا اَحَدٍ مِّن رَّجَا لَکُمُ وَا لَکِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَحَا قَمَرُ النَّبِیِّیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ تلاوت کرتے ہوئے تقریر شروع کی۔

کہ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی جو انفرادی کا باپ۔ لیکن رسول ہے اللہ کا۔ اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

مجلس مرکزی حزب الانصار کا بیسواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۰-۱۱-۱۲ مارچ ۱۳۷۷ بروز جمعہ، ہفتہ، انوار منعقد ہوا۔ جلسہ میں شرکت کے لئے جہلم۔ چکوال۔ پنڈدادنخان۔ ہرن پور۔ بھکیاں۔ پیل پدھر۔ گول پور۔ ڈلوال۔ وحوالہ۔ لالہ موسیٰ۔ پیڈی، بہاؤ الدین۔ گھوڑ پور۔ کٹھیالہ۔ میانہ گوندل۔ مونہ ڈیپو۔ ملکوال۔ رکن۔ لاہور وال۔ گجرات۔ گوجرانوالہ۔ کیل پور۔ سمندری۔ ضلع لائل پور۔ بھٹنہ۔ شاہدرہ۔ تلہ گنگ۔ لاہور۔ خوشاب۔ مٹھہ ٹوانہ۔ مٹھہ لک۔ چک نمبر ۱۹ وغیرہ وغیرہ دور دراز کے علاقہ جات سے بوق در بوق لوگ شامل ہوئے۔ تقریباً پنجاب کے اکثر اضلاع سے ساجین حضرات تشریف لائے۔

بتاریخ ۱۱ مارچ بروز جمعہ ۱۲ بجے کی گاڑی پر علمائے کرام کے استقبال کے لئے کثیر تعداد میں لوگ اسٹیشن پر پہنچے۔ جلوس کا منظر دیکھنے کے لئے انسانوں کا سیلاب اٹھ اٹھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی چھتیں، دوکانیں، بازار لوگوں سے بھر پور تھیں۔ بازار دروازوں اور چھتوں سے آراستہ کیے گئے تھے۔ جلوس میں قومی رضا کاروں کی رائفل سے پرڈے گھوڑ سواروں کا دستہ۔ نعت خوانوں کی ٹولیوں نے جلوس کی شان و شوکت کو دو بالاکر دیا۔ اور اسلامیہ سکول پنڈدادنخان کے معصوم بچوں کی نظموں نے عجیب رنگ پیدا کر دیا۔

خطبہ اور نماز جمعہ پیر زادہ مولانا محمد باوا الحق صاحب

بزد چار صفحہ شتر میں صاحب شریعت ہمدانی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور فقہ اکبر میں ہے کہ دعویٰ نبوت بالاجماع کفر ہے۔
کارروائی اجلاس دوم۔ بعد از نماز عشاء

بصدارت حضرت مولانا افتخار احمد صاحب گبوی۔ امیر حزب الانصار۔ نو بجے تلاوت قرآن مجید و نعت خوانی کے بعد مولانا جمال الدین صاحب اتباع سنت پر بڑا اثر و عطا کیا۔ بعد ازاں مولانا محمد امیر الدین صاحب نے دعائی گھنٹے شان قرآن پر تقریر کی۔ اور ایسے انداز میں تقریر کی کہ لوگ ہلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ ابھی مجمع کشت زعفران بنا ہوا ہے کہ اُسی لمحہ میں آنکھوں میں آنسو طاری ہیں۔ رات کے ایک بجے جلسہ ختم ہوا۔

کارروائی اجلاس سوم | مورخہ ۱۱ مارچ بروز منچر ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک

بصدارت مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن۔ اس اجلاس میں مولوی غلام دستگیر صاحب نے نماز اور مولانا کریم بخش صاحب نے محبت رسول۔ مولانا درویش محمد صاحب نے فضائل صحابہ کے عنوانات پر تعاریر کیں۔

کارروائی اجلاس چہارم | بعد از نماز ظہر۔ مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۵۷ء

بروز منچر۔ بصدارت حضرت مولانا افتخار احمد صاحب گبوی ہتم دارالعلوم عزیزہ بھیرہ۔ تلاوت قرآن مجید و نعت خوانی کے بعد مولانا خالد محمود صاحب ایم۔ اے نے تردید مرزا نایت پر تقریر کی اور مرزا نیوں کی کتب سے ثابت کیا کہ امت مرزا نایت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ مولانا موصوف کی تقریر نہایت ہی مقبول رہی۔ ان کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب جاندھری نے ضرورت مدارس عربیہ پر تقریر کرتے ہوئے واضح کیا۔ کہ اگر آج دنیا میں اسلام کی خوشبو موجود ہے تو یہ سب مدارس عربیہ کی برکت ہے۔

حضرات! اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام پروگرام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نیا تشریحی یا غیر تشریحی رسول کوئی نئی کتاب۔ کوئی نیا نبی۔ کوئی نئی امت نہیں ہوگی۔ یہ معنی ہے خاتم النبیین کا۔ اور آج تک کسی صحابی۔ کسی تابعی۔ کسی محدث۔ کسی نیک مسلمان نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس امت میں ایسے ناہنجار بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے پیغمبری کا ڈھونگ کھڑا کر دیا۔

مولانا نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے میلہ کذاب کا واقعہ بیان کیا۔ کہ اس نے جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ یہ خط میلہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف ہے۔ جس میں تحریر کیا کہ ادھی دنیا آپ لے لیں۔ اور ادھی دنیا میری ہو جائے۔ ہمیں آپس میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد کو فرمایا کہ اگر اس وقت قاصد کو قتل کرنا بین الاقوامی طور پر ممنوع نہ ہوتا تو میں تجھے یقیناً قتل کر دیتا۔ کہا جاتا ہے خاتم کے معنی ختم کے ہیں۔ اور ہر زمانے میں یہ ختم لگتی رہتی ہے۔ اور نبی آتے رہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ خاتم کے معنی ختم کر دینے کے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ سیکون فی امتی ثلاثون کذا ابون دجا لونؓ۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جتنا درمی تو تیس ہونگے۔ اور پھوٹے چھوٹے ان کے علاوہ ہونگے۔ مسئلہ ختم نبوت متواتر و سوادئیں احادیث سے ثابت ہے۔ اور ان تمام کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں میلہ نے دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہ نے اُسے کچل کر رکھ دیا۔ یہ یاد رکھو کہ مرتد کا وجود کبھی باعث برکت نہیں ہو سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اربعین

بصدا رت زبۃ العارفین حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب
لہ شریف۔ اس اجلاس میں صاحبزادہ عبدالرسول صاحب لہی
مولوی جمال الدین صاحب۔ مولانا محمد امیر الدین نے شان رسول
پر بہترین تقریر فرمائی۔ اجلاس رات کے ایک بجے تک رہا۔

پروگرام اجلاس ششم بروز آیت وار

۹ بجے سے لیکر ۲ ۱/۲ بجے تک۔ بصدا رت جناب حضرت
پیر صاحب سجاد نشین ترموئی۔

آخری اجلاس ۲ ۱/۲ بجے تک کر دیا گیا۔ کادکانان جلسہ نے
محسوس کیا کہ اگر دوسرا اجلاس دکھا جائے تو ہمانوں کے رخصت
کرنے میں ہمیں دقت کا سامنا ہوگا۔ اسلئے ایک ہی اجلاس
ہونا چاہئے۔

اس اجلاس میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب

سرحدی۔ امیر حزب الانصار۔ صاحبزادہ احمد سعید صاحب

خلف الرشید حضرت صاحب ترموئی۔ حضرت پیر صاحب

ترموئی۔ مولانا لال حسین صاحب اختر۔ نے تقاریر کیں۔

آخر میں حضرت مولانا افتخار احمد صاحب گبوی نے سب انسپکٹر
صاحب پولیس مولانا انور علی صاحب و قومی رضا کاروں کا شکریہ
ادا کیا۔ کہ انہوں نے قومی رضا کاروں کو جلوس میں شامل کر کے
اسلامی شان و شوکت کو بڑھایا۔ راجہ صاحب نے دوسرے
آفیسروں کے لئے ایک بہترین نمونہ پیش کیا۔ کہ اسلامی کاموں

میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اس کے بعد نگر حوام و خواص میں

قاضی شیر محمد صاحب۔ حکیم مولوی برکات احمد صاحب گبوی۔

مولانا محمد امین صاحب۔ حافظ غلام یسین صاحب۔ محمد صادق

صاحب۔ اور روٹی پکانے والوں سالن پکانے والوں و دیگر

رضا کاروں کا شکریہ ادا کیا۔ کہ جنہوں نے جلسہ کی کامیابی

کے لئے سختی، درجہ، قدمے امداد کی ہے۔ اللہ کریم

اگر یہ نہ ہوتے تو آج بہت ہی کم افراد باخدا نظر آتے۔ آپ کی تقریر سے
یہ اثر ہوا کہ ہر کس و نا کس کی زبان پر تھا۔ کہ مدارس عربیہ کی بحید ضرورت
ہے۔ ان مدارس کی آبیاری سختی درجہ قدمے کر کے آباد
رکھنے چاہئیں۔

تقسیم اسناد

آپ کی تقریر کے بعد مہتمم دارالعلوم
عزیز نے اعلان کیا کہ آپ
حضرات کے سامنے فارغ التحصیل طلبائے دارالعلوم عزیز کو
اسناد دیجاں گے ہیں۔ یہ طلبہ ایسے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوئے
ہیں۔ جس کی مستقل ایک روپیہ بھی آمدن نہیں۔ کوئی وقف نہیں۔
کسی سرمایہ دار کی سرپرستی نہیں۔ اگر سرپرستی ہے۔ تو مولا کریم کی۔
اگر کوئی وقف ہے تو بانی دارالعلوم کا خلوص ہے۔ اور اگر خزانہ
..... ہے تو مولا کریم کا نام ہے۔ اس مدرسہ کی کامیابی کا انحصار
آپ کی دعاؤں اور توجہ پر ہے۔

آپ کی تقریر کے اختتام پر فلک شگاف نعروں میں تقسیم
اسناد شروع ہوئی۔ اور حضرت پیر صاحب قبلہ ترموئی اور محترم امیر
جید اللہ صاحب نے اپنے مبارک ہاتھوں سے طلبہ تک پہنچائیں۔
حضرت پیر صاحب ترموئی شریف بار بار خوشنودی کا اظہار فرماتے
رہے۔ کہ الحمد للہ غلظت کے میں نے مولانا ظہور احمد صاحب گبوی
موجود کے ساتھ مل کر اس پودے کو لگایا تھا۔ اور میں آج اپنے ہاتھوں
سے اس کا پھل اٹھا رہا ہوں۔ طلبہ کو اپنی حبیب خاص سے انعام بھی
عطا فرماتے رہے۔

مندرجہ ذیل حضرات کو سندیں دی گئیں۔

مولوی برکات احمد گبوی۔ مولوی محمد دین۔ مولوی محمد رفیق۔ مولوی

محمد رمضان۔ مولوی محمد فاروق۔ مولوی محمد شجاع الدین۔ مولوی

صاحبزادہ نور حسین۔ مولوی محمد اکرم۔ مولوی سلطان محمد۔ مولوی عبدالغفور۔

فرمائے تحسین و تبریک میں اجلاس ختم ہوا۔

کارہوائی اجلاس پنجم بتاریخ ۱۱/۱۱/۱۳۹۷ بروز سنیچر

تعلیمات اسلامی

(مولانا محمد زاہد صاحب احسینی)

اپنے دکھ سکھ کا حال بیان کر سکتے ہیں۔ مظلوم کی امداد کے طریقے سوچ سکتے ہیں۔ یہ تو سیاسی فائدہ ہے۔

اقتصادی فائدہ دوسرے ممالک کے تجارتی حالات معلوم کر سکتے ہیں۔ مثلاً پاکستان

والے جاوے لوگوں سے وہاں کی ضروریات اشیاء کا نرخ دریافت کر سکتے ہیں۔ اور کابل والے مصری لوگوں سے تبادلہ خیالات اور اقتصادی معاملات میں صلاح و مشورہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح علمی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ قرآن شریف نے حج کی برکت اور اس کا فائدہ بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ لِيُشْهِدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج ۲۷) کہ پیونچیں اپنے بھلے کی جگہوں پر۔

حج کی کیفیت جب کوئی آدمی پاکستان یا ہندوستان سے بغرض حج جاتے تو اس کو جہاز ہی

میں ایک جگہ احرام باندھنا ہوتا ہے۔ اس جگہ کا نام بلیم ہے۔ احرام کی صورت یہ ہے کہ ایک چادر کا تھنڈا باندھ لے اور ایک چادر جسم پر ہو۔ یہ سیکھ ہوئے نہ ہوں۔ اور نہ ہی رنگ دار ہوں۔ عورت ان ہی کپڑوں میں رہے۔ مگر منہ پر پردہ نہ لگنے دے۔

مُحْرَم سر کو نہ چھپائے۔ نیل وغیرہ نہ لگائے۔ حجامت نہ بنائے۔ جب اسی حالت میں خانہ کعبہ میں پیونچے تو خانہ کعبہ کے ارد گرد سات دفعہ طواف کرے۔ حجر اسود کو جب سامنے آئے چوم سکے تو بہتر ہے۔ اس کے بعد صفا اور مزدہ میں سات دفعہ دوڑے۔ پھر آٹھ تاریخ ذی الحجہ کے منیٰ کو جائے۔ رات وہاں رہے۔ اور صبح کی نماز کے بعد نوین تاریخ عرقات کو جائے۔ وہاں سے غزوہ

پانچواں رکن حج ہمارے ملک سے کچھ مغرب کی طرف ملک عرب میں ایک شہر آباد ہے۔ جس کا نام مکہ ہے۔ یہاں ایک مکان ہے جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس کو آدم علیہ السلام نے بنایا۔ پھر ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام نے اس کو تعمیر فرمایا۔ تمام قوموں کو اس کی تعظیم کا حکم ہے۔ اسلام سے پہلے بھی لوگ اس کا حج کیا کرتے تھے۔ ہجرت کے پچھٹے سال حج فرض ہوا۔ حج میں عبادت بدنی بھی ہے اور مالی بھی ہے۔ ایک آدمی کا مخی تکلیف برداشت کر کے اور کافی روپیہ خرچ کر کے حج کرتا ہے۔

حج کی کیفیت یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا روپیہ ضرورت سے زائد ہو۔ کہ

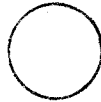
وہ مکہ شریف کے آنے جانے کا خرچہ اور اپنے اہل و عیال کا خرچہ واپسی تک پورا ہو۔ اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ راستہ کا باامن ہونا اور تندرست ہونا بھی شرط ہے۔ اسی طرح کسی عورت کے ساتھ اس کے خاندان یا اور کسی ایسے رشتہ دار کا ہونا ضروری ہے جس سے اس کا نکاح حرام ہو۔

حج کے فائدے حج کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ انجن مسلمانان عالم کا ایک جلسہ

ہوتا ہے۔ روئے زمین کے مسلمان اس جگہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ ایک انسان ہی بلا کسی تکلیف کے تمام دنیا کے مسلمانوں سے ملاقات کر سکتا ہے۔ ہر ساری دنیا کے مسلمان ایسی مبارک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے

اصطلاح	تعریف
سعی	کے بعد واپس آجائے۔ اور رات مزدلفہ میں رہے۔ پھر دسویں تاریخ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھ کر منیٰ کو واپس آجائے۔ رتی کرے اور تلبیہ ختم کرے۔ قربانی کرے اور سر منڈا ڈالے۔ دوسرے دن اور تیسرے دن بھی رمی کرے۔ اور پھر کہ شریف اگر طواف کرے۔ اب اس کا حج ادا ہو گیا۔
منیٰ	مدینہ شریف جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جہاں آرام فرما ہیں اس جگہ کا نام مدینہ ہے۔ یہ جگہ کہ شریف سے دسویں شمال کو واقع ہے۔ وہاں جانا ضروری ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو حج کو آیا اور میری زیارت نہ کی۔ تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔
عرفات	وہاں جا کر جتنی مدت رہ سکے رہے۔ اور ادب کو پورا لحاظ رکھے۔ کوئی غلطی کوئی بے ادبی نہ کرے۔ نہایت ادب اور عزت کا مقام ہے۔ ذرا سی بے ادبی پر بخیر میں بھی سارے عمل برباد ہونے کا خطرہ ہے۔ کثرت سے درود شریف اور قرآن کریم پڑھے۔
مزدلفہ	فوط: مرجع کے مسائل بہت زیادہ اور تفصیل سے سمجھنے کے قابل ہیں۔ یہاں صرف ایک خاکہ سامیٹ کیا گیا ہے۔ ضروری اصطلاحات کا نقشہ دیا جاتا ہے۔
رمی	رمی کے قریب تین چھوٹے چھوٹے نشان بنے ہوئے ہیں۔ ان کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔ اولیٰ وسطیٰ۔ ثانی۔ ان کو سات سات کنکریاں مارنا رمی کہلاتا ہے۔

سرخ نشان



دارہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سالہ بذریعہ وی۔ پی۔ اے سال ہوگا۔ جس کے ناڈ اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے۔ کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلار دیں۔ خدا دہی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین منیجیر)

اصطلاح	تعریف
احرام	پلے ہوئے کپڑے اتار کر سفید چادروں سے بدن کو چھپانے کا نام ہے۔ سر کو نہ چھپائے۔ حجامت نہ کرائے۔ شکار نہ کرے۔ کسی جاندار کو نہ مارے۔
تلبیہ	لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لک لا شریک لک پڑھنا
طواف	خانہ کعبہ کے ارد گرد سات دفعہ چکر لگائے۔ پہلے تین چکروں میں مونڈھے ہلاتا ہوا چلے۔

فلسفہ معارف

(اداس)

وزیر معارف کے علوم و معارف

محترم وزیر تعلیم پاکستان سٹر فضل الرحمن صاحب لاہور تشریف لائے تھے۔ انہوں نے پاکستان کی انتظامی سروس کی اکاڈمی کے طلبہ کے سامنے اللہ، رحمن و رحیم کے فضل و کرم سے جو فاضلانہ خطبہ دیا اس میں انہوں نے ارشاد فرمایا۔

پاکستان دنیا کے آزاد ملکوں میں ایک نئے ملک کا اضافہ کرنے کی خاطر قائم نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ ہمارا ایمان یہ تھا کہ اسلامی اصولوں پر پاکستان کی تعمیر کر کے ہم ایک ایسی دنیا تعمیر کر سکیں گے۔ جہاں عالمگیر اخوت انسانی ایک بے معنی فقرہ نہیں بلکہ ایک مسئلہ حقیقت ہوگی۔ جہاں ہر فرد کے لئے یکساں اور مساوی مواقع کی ضمانت دی جائے گی۔ اور جہاں رواداری اقلیتوں کو کچلنے کیلئے ایک ڈھونگ نہیں بلکہ حیات قومی کا ایک لازم جز ہوگا۔ جس سے کمزوروں اور بے سہاروں کو ڈھارس ملے گی۔ اگر ہمارا واقعی یہ مقصود ہے تو ہمیں اپنے نظام تعلیم کو اسلامی قالب میں ڈھال کر اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔..... میں بھی پاکستان کے نظام تعلیم کو اسلامی اصولوں پر ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تاکہ ہم دنیا کو دکھا سکیں کہ وہ سچ جس مقصد اور نصب العین کے حصول کے لئے تیار ہو کر رہی ہے اسلام نے پودہ سویریں قبل اسے حاصل کر دیا تھا۔

اسلامی رواداری کا مطمح نظر کمزوروں اور غریبوں کی

اداد ہے۔ اگر ہمارا یہی نصب العین ہے تو اس کی تکمیل تعلیم کے ذریعہ ہونی چاہئے۔ تعلیم اسلامی زندگی کی تیاری کا نام ہے۔ اور ہم تعلیم کے قدیمہ اسلامی نظام زندگی کا استحکام چاہتے ہیں۔ آج کل غیر مذہبی حکومتوں کا چرچا ہے۔ اور اکثر لوگ مذہب کا نام تک لینے سے شراتے ہیں۔ لیکن غیر مذہبی حکومتوں کو بھی روحانی قدروں کا احساس ہے۔ مغربی تہذیب آج تک اپنی مادی کامیابیوں پر فخر کرتی رہی لیکن وہ بھی آج روحانی قدروں سے غفلت برتنے پر افسوس کرتی نظر آتی ہے۔ اور اپنے تعلیمی نظام میں عیسائیت کی روح بھونکنے کی خواہاں ہے۔ لہذا اگر میں پاکستان کے تعلیمی نظام کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے میں کوشاں ہوں تو میرا مقصد جدید پاکستان کو دور حاضر کا چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار کرنا ہے۔..... مختصر یہ کہ یہی پاکستان کا مشن ہے جس کا حصول تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

وزیر تعلیم نے آخر میں کہا:

بلاشبہ سائنس اور ٹیکنیکل تعلیم بھی توجہ طلب ہے۔ لیکن اصل ضرورت تعلیم کی روح تبدیل کرنے کی ہے۔ (کوثر ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء)

محترم وزیر تعلیم نے جو کچھ ارشاد فرمایا حروف بہ حروف صحیح فرمایا ہے۔ اور حقیقتہً معارف و حقائق کے دریا بہا دیئے ہیں۔

الحکماء میں جا کر آرٹ کی قدردانی کے نام سے بٹ گری وٹمن سازی کی جو صلہ افزائی کرتے ہیں۔ ایک طرف اسلامی اصولوں اور اسلامی تہذیب کے احیاء اور مذہب کے ساتھ تعلق کا دعویٰ اور دوسری طرف کفر و شرک کی سیڑھیوں کی تعمیر کی تحسین اور یہ کوشش کہ تصویر سازی کی بھی ترقی ہو۔ ان حالات میں ہمارے محترم وزیر تعلیم کی ایسی شاندار تقریر صرف ایک تقریر اور رسمی خطبہ ما معلوم ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر صرف کہنے پر اکتفا کرنا اور محلاً کر کے نہ دکھا دینا ایک بہت بڑے خطرے کی نشانی ہوتی ہے۔ ہمیں فوراً کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ یاد آ جاتا ہے۔ اور یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں خدا کا غضب نازل ہو کر ساری قوم کو تباہ نہ کر دے۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ الجباس۔

وائے بر حال گذشتہ دنوں اخبارات کے ذریعہ خبر

معلوم ہوئی تھی کہ اسکو میں مقیم پاکستان کے مسلمان سفیر مسٹر شعیب قریشی نے لینن کی قبر پر جا کر پھول چڑھاے۔ اور مزاح عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد دوسری خبر یہ آئی کہ اس دفعہ خواجہ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیا اور دیگر کے عرس کے موقع پر پاکستان سے ”جن عاشقان خواجہ نظام الدین“ کا قافلہ عرس کی شمولیت کی غرض سے گیا تھا۔ قافلہ کے ان مسلمان اور مقدس زائرین نے گاندھی جی کے سجادہ پر جا کر ”فاتحہ خوانی“ کی۔ ہندوستانی اخبارات نے ان مسلمانوں کی ”فاتحہ خوانی“ کا یہ منظر خاص طور سے فوٹو کچھ کر دکھایا ہے۔ اور اس کی خوب اشاعت کی ہے۔ لاہور کے ایک صاحب نے اخبارات میں اس کے متعلق ایک تیز و تند بیان دیا ہے۔ اور ان لوگوں کو سخت و مسکت کہا ہے کہ انہوں نے ایک کافر کے سجادہ پر جا کر یہ کام کر کے اسلام کی آبرو و خاک میں ملادی۔ اور یہ ایک ذلیل حرکت ہے جو ان لوگوں نے کی ہے۔ اس سے

ہمارے وزیر اعظم صاحب کی زبان فیض ترجمان سے بھی قرار داد مقام کی توضیحی تقریر کے بعد اس قسم کی عارفانہ باتیں نکلا کرتی ہیں۔ اور تقاریر کے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان حضرات نے بھی ”جماعت اسلامی“ کی رکنیت قبول کر کے فارم پر دستخط کر لی ہے۔ اور وہی نعرہ لگانا شروع کر دیا ہے جس کی پاداش میں کچھ ”بندگان خدا“ میں بند کئے گئے ہیں۔ لیکن جب باہول پرنگا ہیں ڈالی جاتی ہیں اور اسلامی مملکت پاکستان کے اندر ہر شعبہ زندگی میں اسلام کی غربت و مظلومیت دیکھی جاتی ہے۔ تو یقین کو نا پڑتا ہے کہ یہ سب یقولون مالا تفعلون کی تصدیق ہو رہی ہے۔ ورنہ بتا دیا جاتے کہ قیام پاکستان کے بعد ڈھائی سال کے عرصہ میں ان حضرات نے اسلامی اصولوں کے مطابق آج تک کیا کام کیا۔ نظام تعلیم و تربیت میں کیا تبدیلی ہوئی۔ اسلامی قالب میں لوگوں کی زندگیوں ڈھاسنے کی کونسی کوشش کی گئی۔ روحانی قدروں کو کہاں اجاگر کر دیا۔ عالمگیر اخوت انسانی، ہر فرد کے لئے یکساں مواقع کمزوروں اور غریبوں کی امداد اور اسلامی رواداری وغیرہ الفاظ کے معانی کہاں پائے جاتے ہیں۔ اس بلند نصب العین کے لئے کونسا اقدام ہو رہا ہے جس کی خاطر پاکستان بنایا گیا اور سب کچھ قربان کر دیا گیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ عملاً اسلام کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ بلکہ اس کے برعکس دن بہ دن اسلامی اصولوں اور اسلامی احکام سے دوری ہوتی چلی جا رہی ہے۔ نظام تعلیم اب تک ایسا ہی ہے جس سے الحاد و بے دینی اور خدا فراموشی دماغ پرستی کی پرورش ہو رہی ہے۔ اور مسموم نصاب تعلیم اور غلط طریق تعلیم کی وجہ سے نوجوانوں کے ذہن اسلام سے باغی ہو رہے ہیں۔ فواحش و منکرات کا خوب زور و شور ہے۔ اور خود ارکان حکومت کی سرپرستیوں اور حوصلہ افزائیوں سے ہر برائی کو دن بہ دن فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ہمارے یہی اکابر

پراقوام باطلہ کا رعب چھایا ہوا ہے۔ اور ان کے خوش کرنے کے لئے ہم ہر خلاف اسلام کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جایا کرتے ہیں۔

پاکستان کے متعلق مرزا محمود کا ایک الہام

۵ اپریل ۱۹۷۶ء کے اخبار ”الفضل“ قادیان میں مرزا بشیر الدین محمود کا ایک الہام شائع ہوا تھا جس کا اظہار مرزا صاحب نے ایک شادی کی تقریب کے موقع پر اپنی تقریر میں کیا تھا۔ الہام کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تفریق اور ملک کی تقسیم عارضی ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ملک پھر متحد ہوگا۔ اور آخر کار ”اکھنڈ ہندوستان“ بن کر رہے گا۔

مرزا محمود کے اس الہام کو متعدد مشہوروں میں اب پھر شائع کیا گیا ہے۔ اور ان مطبوعہ اشتہاروں کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت خدام احمد کے ناظر تبلیغ اس کو مستحکم کر رہے ہیں۔ اور اس الہام کی بنا پر احمدیوں کا یہ عقیدہ بتلا رہے ہیں کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے۔ اور بہت جلد یہ تقسیم ختم کر دی جائیگی۔ اور ملک اکھنڈ ہو کر رہے گا۔ ان اشتہارات کے جواب میں مرزا محمود کی طرف سے تو اپنے الہام کے متعلق کچھ بیان نہیں آیا۔ البتہ ”الفضل“ نے جواب دیا ہے کہ (۱) ”جماعت خدام احمد“ نام کی کوئی جماعت احمدیوں کی نہیں اور نہ یہ اشتہار ان کی طرف سے شائع ہوا۔ (۲) بلکہ یہ اشتہار ان لوگوں نے شائع کیا ہے جو احمدیت کے دشمن ہیں۔ اور قیام پاکستان سے قبل سیاسی لحاظ سے وہ مسلم لیگ کے مخالف تھے۔ اور انہوں نے پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی (یعنی مجلس احرار کی طرف اشارہ ہے)۔ (۳) ۵ اپریل ۱۹۷۶ء کے ”الفضل“ میں جو الہام شائع ہوا تھا اس میں انہوں نے کثرتِ ہمت کر کے اور کچھ حصہ عبارت چھوڑ کر شائع کیا ہے۔

گویا ”الفضل“ نے بھی الہام کا وجود تسلیم کیا ہے اور مندرجہ

تمام پاکستان کی توہین ہوئی ہے۔ حکومت ایسے خوشامدی اور بزدل لوگوں کو آئندہ ہندوستان جانے کے لئے پرمٹ نہ دیا کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی جیسے ولی اللہ کے ان ”عاشقوں“ اور نام لیواؤں کی اس ذہنیت و مرعوبیت پر ہم کو بھی افسوس ہوا۔ اور غصہ آیا۔ کہ آخر انہیں اس قدر خوشامدی ضرورت کیا پڑی تھی۔ ایسے لوگ اکثر وہ ہوتے ہیں جو یہاں پاکستان میں بیٹھ کر گاندھی اور نہرو کو گالیاں دینے میں بھی حدود و شرافت سے آگے بڑھ جایا کرتے ہیں۔ اور بہت بہادر اور اسلام کے جانناز ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں گاندھی جی کے لئے ”فاتحہ خوانی“ اور پھول پڑھانے میں بھی باک نہیں سمجھتے۔ درحقیقت یہ لوگ رسمی فاتحہ خوانیوں اور پھول پڑھانے کی بدعتوں سے اس قدر انوس ہوئے ہوتے ہیں کہ ”پھول پڑھانے“ کے لئے کوئی بہانہ تلاش کرتے ہیں۔ ایسوں کے متعلق خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو ہدایت ملے اور اعتدال کے ساتھ کام کرنے کی توفیق۔

البتہ لاہور کے اس صاحب نے حکومت سے جو مطالبہ کیا ہے وہ بے جا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ارکان حکومت خود بھی اس بارے میں ان زائرین سے کم نہیں۔ وہ ہمیشہ کانفرنسوں کے موقع پر غیر مسلموں کے ساتھ مل کر ایسے کام کیا کرتے ہیں جو احکام شریعت کے اعتبار سے قابل مواخذہ ہوتے ہیں۔ اور مشر شعیب قریشی نے محمد اعظم لینن کی قبر پر پھول چڑھا کر اسلام کی اور پاکستان کی جو توہین کی ہے اس کی کیا باز پرس ہوئی؟ اس کے علاوہ پاکستان میں جو کچھ شب و روز ہورہا ہے کیا وہ اسلام کی رُوسے ”گاندھی جی کے سمدھ پر فاتحہ خوانی“ کے جرم سے بڑھ کر جرم نہیں؟ اور اس سے اسلام کے وقار کو صدمہ نہیں پہونچتا؟ اور اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم

عبارت کو بھی درست تسلیم کیا ہے۔ البتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ اس سے آگے کی عبارت درج نہیں کی گئی۔ لیکن ”الفضل“ نے جو اس سے آگے عبارت درج کی ہے اس سے اصل مدعا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام میں پاکستان کو ”ہلاکت کا گڑھا“ قرار دیا گیا ہے۔ اور ہم اس بحث میں بھی پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ شائع کرنے والا کون ہے۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب کا ایک للہام اس مضمون کا موجود ہے۔ اور اس بنیادی چیز کو بہر حال مان لیا گیا ہے۔ اس لئے اخبارات میں اس للہام کے متعلق مقالات لکھے گئے ہیں۔ اور سوال یہ کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کے مصلح موعود اور خلیفۃ المسیح کے امام کی حیثیت یقیناً مرزائیوں کیسے ایک مذہبی عقیدہ کی حیثیت ہے۔ پس اس للہام کی بنا پر ہر مرزائی کا عقیدہ یہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے اور ملک اکھنڈ ہو کر رہے گا۔ اور یہ کہ ”احمدیت“ کے فروغ کے لئے بھی ملک ایک ہونے کی ضرورت ہے۔ تو پھر اس عقیدہ رکھنے کے ساتھ پھر کسی مرزائی کو ملک کا وفادار کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور کس طرح اعتماد رکھا جاسکتا ہے کہ ملک کی مدافعت و استحکام میں مرزائی ہمت و استقلال سے کام لے سکیں گے۔

پاکستان کا مقصد ۱۷ فروری کو شوالہ کیٹ کراچی کا افتتاح کرتے ہوئے ہمارے

وزیراعظم محترم خان یاقوت علی خان صاحب نے ارشاد فرمایا۔

پاکستان کا مقصد یہ ہے کہ یہاں ایک نئی تہذیب پورا پورا فروغ حاصل کر سکے۔ یہ تہذیب ان غیر اسلامی اثرات سے بالکل پاک ہوگی جو زمانہ قبل از تقسیم میں ہندوستان پر حاوی ہو چکے تھے۔ میں حاضرین کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جرات، استقلال اور قربانی کے جذبے

کو پوری طرح کار فرما رکھ کر اس مقصد کو حاصل کر دیا جائے گا۔ (زمیندار یکم پانچ شہر) یقیناً یہ وہی بات کہی گئی ہے جو حصول پاکستان سے قبل ساری قوم نے متفقہ طور سے کہہ کر پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔ یعنی پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ! اور حصول پاکستان کے بعد قائد اعظمؒ نے اور اس کے علاوہ دوسرے لیڈروں نے بار بار اس کا اعادہ کیا تھا۔ قرارداد مقاصد میں... اسی کا اقرار کیا گیا ہے۔ اور وزیراعظم نے اپنی توضیحی تقریر میں حکومت پاکستان کی یہ ذمہ داری بتائی ہے کہ وہ کتاب و سنت کے مطابق مسلمانان پاکستان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل و تنظیم کرے گی۔ اور اس کے بعد ہر ملک جلسہ میں اس اقرار ذمہ داری کو دہرایا گیا ہے۔ لیکن ان تقریروں کو سننے والے اور اخبارات میں پڑھنے والے دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ کیا یہ حضرات خدا فری اور خود فریبی کے مرض میں مبتلا ہیں۔ یا قوم کو اس قدر نا سمجھ اور نادان سمجھتے ہیں کہ بس وہ ان خالی خالی غولی لفظوں اور چکنی چٹری باتوں سے دھوکہ کھا جائے گی۔ اگر ان الفاظ کا مقصد دھوکہ دہریب نہیں تو بتایا جائے کہ زمانہ قبل از تقسیم کے غیر اسلامی اثرات سے بالکل پاک تہذیب کی طرف کوئی ایک ایچ بھی قدم بڑھایا گیا ہے۔ فروغ حاصل کرنا تو دور کی بات ہے۔ ابھی تو اس خانہ پاک اسلامی تہذیب کی طرف ذرہ بھر توجہ بھی نہیں۔ بلکہ یہاں تو دیکھا جا رہا ہے کہ غیر اسلامی اثرات والی قبل از تقسیم کی خالص ہندو فائدہ اور فرنگیانہ تہذیب کو حکومت کی سرپرستی میں فروغ دیا جا رہا ہے۔ آخر خدا رکچھ تو سمجھا دیا جا

تو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسلام پیش کر کے اقتدار کی گدیوں تک تو پہنچتے ہیں۔ لیکن خود اس پر عمل پیرا ہونے اور اسکو زندگی کا رہنما بنانے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ دین فرنگ کی تقلید اور کافرانہ سیاست کی پیروی ہر معاملہ زندگی میں اُن کا شعار ہے۔ آج مسلمان ملکوں میں ہر جگہ خدا کے اُن بندوں پر عرصہ حیات تک کیا جا رہا ہے جو صحیح اسلامی نظام زندگی اور اقامت دین کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی ”علی اسلام“ نے آنے کے مطالبہ“ کے جرم کی بنا پر نظر بندیوں اور زبان و قلم پر پابندیوں کا سلسلہ شروع ہے۔ اور اسی جرم کی بنا پر مصر کی سابقہ وزارت نے دہاں کی خالص اسلامی جماعت ”الاخوان المسلمین“ پر پابندیاں عائد کی تھیں۔ اس جماعت کے بہت سے مخلص افراد محبوس زندان اور نظر بند کر دیئے گئے۔ اور اُن کے مخلص رہنما اور بچے مسلمان حسن البنا کو شہید کرنا بھی اس سلسلہ دار دیگر اور ظلم و تشدد کی ایک کڑی ہے۔ نئے انتخابات کے بعد جب سابقہ وزارت پارٹی کو شکست ہوئی اور وفد پارٹی کو بڑی اکثریت کے ساتھ کامیابی حاصل ہوئی اور ان کی وزارت مرتب ہوئی تو ان کی نئی پالیسی کے متعلق اخبارات میں جو خبریں آنے لگی تھیں۔ کہ وفد پارٹی مارشل لا کو ختم کرے گی۔ ملک کو برطانیہ کے استیلاء و تغلب سے نکالنے کی جدوجہد کرے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کے ساتھ ایک خبر یہ بھی آئی تھی۔ کہ جمعیتہ الاخوان المسلمین سے پابندی ہٹائے گی اور اس کے ارکان کو قید و بند سے آزاد کر لیگی۔ ہمیں یہ خبر دیکھ کر تعجب ہوا تھا۔ کہ وفد پارٹی کے مغرب زدہ اور یورپ پرست افراد سے یہ توقع کیسے ہو سکتی ہے۔ کہ ملک میں خالص اسلامی نظام برپا کرنے والے افراد کے ایسے مخلص و معاون ثابت ہوں۔ کہ انکو اپنے نظریہ کی اشاعت کا کھلے طور پر موقع دیں گے۔ اور ہمارا تو یہ یقین تھا کہ نئی پالیسی کے لحاظ سے بہت کچھ تبدیلیاں ہو جائیں گی۔

الاخوان المسلمون پر پابندی

مصر میں اُن مسلمانوں کی ایک منظم جماعت ہے جو کہ اسلام کو ایک کامل و مکمل دین اور طریق زندگی سمجھتے اور تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات، معاشی، ثقافتی، تہذیبی اور سیاسی امور میں اسلام ہی کو اپنا ضابطہ حیات بنا چاہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کا سیاسی نظریہ اُن افراد اور جماعتوں کو ہر ملک میں قابل برداشت نہیں جو اسلام کا دعویٰ تو رکھتے ہیں، اسلام کے نام سے فوائد

لیکن اسلام اور اسلام پسندوں کی مخالفت کی پالیسی میں تبدیلی ناممکن ہے۔ چنانچہ وہی ہوا۔ پہلی خبریں غلط ثابت ہوئیں۔ اور اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ”الانوان المسلمون“ پر پابندی باقی رکھی گئی ہے۔ اور ان کو اپنے افکار و نظریات کی اشاعت کی اجازت ابھی تک نہیں دی گئی۔ الانوان المسلمون کے مرحوم رہنما حسن البناء کی جانشینی کے لئے جماعت نے جس شخص کو منتخب کر دیا ہے۔ مارشل لا کے اٹھائے جانے تک ارکان جماعت اس کا اعلان بھی نہیں کر سکتے اور جب مارشل لا اٹھا دیا جائے تو پھر ارکان جماعت نئے رہنما کے نام کا اعلان کر سکیں گے۔..... ”ان“ اسلامی ملکوں میں اسلام کی یہ عزت اور اسلام پسندوں کی یہ مجبوریوں کی کیا اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا موجب نہ بنیں گی؟ اور اگر اس حال میں یہ ممالک خدا کی نصرت و امداد سے محروم اور غیار کے سامنے خوار و ذلیل ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ مصر، ایران، اہم کرد فر فلسطین کے یہودیوں کے سامنے مجبور و لاچار ہے تو اسکی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ناراضگی اس طور سے انہیں سزا دے رہی ہے۔ کیا پاکستان بھی ان ممالک کے نقش قدم پر چل کر اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی امداد و نصرت سے محروم دکھنا چاہتا ہے؟ خدا ایسا نہ کرے۔

پاکستان میں امیر المؤمنین

اصطلاح ہے۔ جو سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ اس لفظ کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو تمام مؤمنین کے انتخاب سے احکام خدا و رسول کے اجرا و تنفیذ کے لئے امیر مقرر ہوتا ہو۔ اور خدا و رسول کی اطاعت کے بعد تمام معروف امور میں اس کی اطاعت واجب ہو۔ اور اس کی نافرمانی بغاوت شمار ہوتی ہو۔ اور اس کے نافرمانوں اور باغیوں سے قتال ضروری ہو۔ پاکستان کا نیا دستور حکومت ابھی

مرتب نہیں ہوا۔ اس لئے اب تک کسی اس اسلامی اصطلاح کے مطابق ان معنوں میں امیر المؤمنین بھی نہیں بنایا گیا۔ اور د شرعاً اب ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا آہوں کے ترجمان خصوصی ”الفصل“ میں۔ ورنہ مرزا بشیر الدین محمود کے نام کے ساتھ ”حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الموعود آئید اللہ بنصرہ العزیز“ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ ایک اہم اور قابل توجہ چیز ہے۔ لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ جب مرزا مومن نہیں تو مرزا محمود و امیر المؤمنین کیسے بن گیا یعنی اگر امیر المؤمنین خاص اصطلاح کو لحاظ میں نہ بھی رکھا جائے تب بھی مرزا محمود صاحب زیادہ سے زیادہ امیر قادیان ہو سکتے ہیں اور بس۔ غیر مؤمنین کا ایک لیڈر امیر المؤمنین کس طرح بن سکتا ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس کے خلاف سخت احتجاج کرنا چاہئے۔ کہ ہم مومنوں کا وہ امیر نہیں۔ بلکہ ہم تو اُسے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہتا اور کہلا کر ایک دھوکہ دینا چاہتا ہو۔ اس لئے قانوناً مرزا محمود کے لئے امیر المؤمنین کے لفظ کا استعمال کرنا ممنوع قرار دیا جائے۔ اگر مرزا محمود کو گورنر جنرل پاکستان یا وزیر اعظم کہنا غلط اور قانوناً ممنوع ہے۔ اس لئے کہ وہ واقعہ میں گورنر جنرل یا وزیر اعظم نہیں تو بعینہ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس کو امیر المؤمنین کہنا بھی غلط اور قانوناً قابل ممانعت ہے۔ اسلام کی ایک مقدس اصطلاح کو بے جا استعمال سے روکا نا گورنر جنرل یا وزیر اعظم کی اصطلاحوں کے بے جا استعمال سے روکنے سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس اصطلاح کے استعمال سے بیرونی ممالک اور خصوصاً مسلمان ممالک کے باشندوں کو بہت بڑا دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ اور اس لفظ کا یہ بار بار اور روزانہ بلاناغہ استعمال حقیقت اسی دھوکہ دہی کی غرض سے ہے کہ بیرونی ممالک کے مسلمان یہ سمجھ لیں کہ واقعی مرزا محمود تمام پاکستان کے مسلمانوں کا مقتدا رہنما اور محبوب و مطاع ہے۔ اور وہ ان کے مؤمنین

اُس کو اس نام سے یاد کرتے اور مانتے ہیں۔ جو اسلام میں ایک بہت بڑا نام ہے۔ اور اس نام رکھنے والے شخص کی اطاعت۔ خدا و رسول کی اطاعت کے بعد واجب ہے۔ اس لئے تمام مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ وہ دھوکہ و فریب کی اس چال کو ناکام بنانے کے لئے فریب کے اس پردہ کو چاک کریں۔ اور اس کے خلاف ”اپنے پاکستانی حکام“ سے سخت احتجاج کریں۔

ہم اپنے وزیر اعظم یاقوت علی خان صاحب اور گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر سے بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ ایک طرف تو آپ حضرات کی شدت احساس کا یہ عالم ہے کہ اخبارات و رسائل کے بین السطور میں بھی کبھی ایک لفظ مزاج گرامی کے خلاف نظر آئے اگرچہ وہ حقیقت پر مبنی ہو۔ اور عین اسلام کی ترجمانی کر رہا ہو۔ توسیفی ایکٹ کی تلوار خود انیام سے باہر ہو جاتی ہے۔ اور اخبار و رسالہ بند، اور لکھنے والا مجرم کی حیثیت سے محبوس زندان ہو جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ”افضل“ میں اس قسم کی چیزیں روزانہ استعمال ہوتی ہیں۔ لیکن کبھی ان پر نگاہیں نہیں پڑتیں۔

سنہ ۱۹۵۶ء کے مشرقی بنگال کے دودھ کے ایام میں علما و کرام کے ایک وفد۔ نے جب وزیر اعظم صاحب کی خدمت میں پیش ہو کر عرض کیا کہ حضرت ہ مولانا مودودی صاحب کا جرم کیا ہے کہ وہ غیر کسی عدالتی کارروائی کے مدت سے جیل میں پڑا ہوا ہے۔ تو بواب ملا کہ وہ ”امیر المؤمنین بنیانا چرتا ہے“۔ اس واقعہ کو سن کر اوپر پھر روزانہ ”افضل“ میں حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز، دیکھ کر ہمیں تعجب بھی ہوتا ہے اور مدد بھی۔ کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب ایک طرف تو اس قدر ذکی و محسن واقع ہوئے ہیں۔ کہ مودودی صاحب ”بنیانا چرتے ہیں“۔ یا کم از کم وزیر اعظم صاحب کو کچھ ایسا دہم ہوا ہے۔ تو فوراً اسکو ملتان جیل میں پیونجا دیا۔ حالانکہ جس پر الزام لگایا جا۔ ہے۔ وہ بارہا

اپنی تحریروں میں اپنی پوزیشن صاف کر چکا ہے۔ کہ میں اسلامی اصطلاح کے مطابق امیر المؤمنین بنے کا ہرگز مدعی اور خواہش مند نہیں ہوں۔ میں صرف ایک جماعت کے صدر کی حیثیت سے ہوں۔ جس عہدہ کو دوسرے لوگ صدارت کے نام سے یاد کرتے ہیں ہم نے اس کے لئے اسلامی لفظ امارت استعمال کیا ہے۔ اور میں صرف اس معنی سے امیر ہوں۔ اور اس امارت سے میں خود یا ارکان جماعت کی رائے سے معزول بھی ہو سکتا ہوں۔ اور میری اطاعت تمام مومنین کے لئے واجب بھی نہیں۔ لیکن اس تمام صفائی کے باوجود چونکہ وزیر اعظم صاحب یا گورنر صاحب کو دہم ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ مجرم ہے اور جیل کی کوٹھڑی میں بند۔ کیونکہ ”اسلامی عدل و انصاف“ کا تقاضا یہ ہے۔ اور دوسری طرف واقعہ ایک شخص امیر المؤمنین بنا ہوا ہے۔ اور اپنی اطاعت کو واجب قرار دے رہا ہے۔ ڈٹنے کی پوٹ اعلان کرتا ہے۔ کہ میں امیر المؤمنین ہوں۔ لیکن نہ وزیر اعظم صاحب کو حصہ آتا ہے اور نہ ہمارے محترم گورنر سردار نشتر صاحب سیفی ایکٹ کے نشتر کو حرکت میں لا سکتے ہیں۔

ہم پچیس براہیج کے کرام کا تین کے شکر گزار اور دُعا گو ہونگے۔ اگر وہ ہماری یہ درخواست وزیر اعظم صاحب اور گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر صاحب تک پہونچا کر انہیں توجہ دلائیں۔ اور ادبی ذوق رکھنے والے ادیب نشتر صاحب کو غالب کا یہ شعر بھی ساتھ ہی سنا دیں۔

رکھو غالب مجھے ہں تلخ نوازی میں معاف
آج کچھ دوسرے دل میں سوا ہوتا ہے

(باقی صفحہ ۱۷ پر ملاحظہ کریں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرار داد مقاصد

(از قلم جناب مولینا کشف الدجی بحوالہ غلام اللہ قسملہ و دواتہ)

جرم حق گوئی کی وجہ سے قید کر دیئے جانے کے قابل ہے۔ اسلئے کہ اسکی تنقید سے بساط ظلم و تعیش الٹ جانے کا سخت خطرہ ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں جبکہ کشمیر کا مسئلہ سامنے ہے۔ اور دشمن سر پر گرج رہا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہمارے اکابر اپنے بور و جفا، فسق و فجور اور ظلم و تعیش میں تھوڑی سی کمی بھی کر دیں، اپنی صورتوں، اپنے لباسوں اور اپنی سیرت میں ذرا سی بھی تبدیلی کر لیں اور مسجدوں میں آکر نمازیں پڑھنے لگیں تو دشمن فوراً حملہ کر دے گا۔ نظم و امن میں خلل واقع ہو جائے گا۔ دینا کی مذہب و ترقی یا فتنہ حکومتیں طعنے دینے لگیں گی۔ کہ مسلمانوں کے حکمران تو بڑے احمق، بڑے نادان، بڑے ملا، بڑے وحشی اور بڑے ماضی پرست ہیں۔ کہ اس روشنی اور ترقی کے زمانہ میں خدا کا نام لیتے۔ اس کے سامنے سر پہ سجود ہوتے اور اسکی عبادت و بندگی کا اعتراف کرتے ہیں۔

ذرا آپ ہی انصاف سے بتلائیں۔ مذہب دنیا ہمیں کیا کہے گی۔ ہم تو کہیں منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہیں گے، ہماری ملت کی ناک کٹ جائے گی۔ ہماری شان کو بٹہ لگ جائے گا۔ ہماری ساکھ جاتی رہے گی۔ اور ہماری مملکت و حکومت ایک دن بھی قائم نہ رہے گی۔ پس یہ دلائل قاهرہ و براہین ساطعہ ثابت ہو کہ ہمارے اکابر اور عوام دونوں کو ابھی دین و اخلاق کی طرف مطلق توجہ نہیں دینی چاہیے۔ ورنہ پاکستان کی تیر نہیں۔ اگر خدا خواستہ خدا نخواستہ خدا نخواستہ ہماری آزادی، ہمارے

بچارے ارباب اختیار و قیادت نے قرار داد مقاصد کیا پاس کی۔ کہ ان بچاروں کی جان مصیبت میں پڑ گئی۔ اور ان کا اقتدار، ان کی دولت، ان کا تفاخر، انکی روحنوت، انکے مسرفانہ ٹھاٹ، انکی بے قید زندگی، انکے حسن و عیش کی محفل، انکے بزم و رقص، انکا فسق و فجور اور انکی تمام دلچسپیاں خطرے میں پڑ گئیں۔ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے ارباب حکومت کی زندگیاں قرار داد مقاصد کی گواہی نہیں دیتیں۔ ہماری قیادت نے اپنی یک سار روش اور اپنے اقوال و افعال سے ثابت کر دیا ہے کہ اقامت دین کی ہم ان کے بس کا روگ نہیں۔ ایک سر پھرے و دیندار شاعر نے تو یہاں تک کہدیا ہے قرار داد مقاصد کی لگ چسکی میزان!

دانا آپ کی سیرت کو اس پہ تو لے گا کوئی ان اللہ کے بندوں سے پوچھے کہ قرار داد مقاصد کوئی ایسی قرار داد تھی کہ اس کے مصنف اسلام کے مفہوم اور اس کے تقاضوں کو بھی سمجھتے۔ اور اپنی زندگی خدا کے دین کے مطابق بسر کرنے کا عزم بھی کرتے۔ یہ تو ایک ایسی ہی مجبوری اور ایسی ہی قرار داد تھی جیسی قرار دادیں دنیا کی تمام دستور ساز اسمبلیاں منظور کیا کرتی ہیں۔ اور عوام کے مجلسی شعور کو خفتہ و کزود کر دیا کرتی ہیں۔ لہذا ہم مولانا ہوتے ہوئے بھی خالص مسٹر انہ انداز میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ وہ دیندار طبقہ جو ہمارے حکمرانوں سے مسلمانوں کو اسلام کی طرف لانے کا مطالبہ کر رہا ہے اور تنقید و احتساب پر تلا بیٹھا ہے۔ وہ اپنے

پاکستان اور ہماری حکومت کو کوئی نقصان پہونچا تو پھر ہماری خیر نہیں۔

میاں دین و اخلاق کا کیا ہے۔ یہ تو ہمارے گھر کی چیز ہے۔ ہماری کتابوں میں محفوظ ہے۔ جب حالات خود بخود سازگار ہو جائیں گے، ماحول خود بخود بدل جائے گا۔ لوگوں میں خود بخود دین و اخلاق کی پیاس و طلب پیدا ہو جائے گی اور ہمارے سارے دشمن خود بخود ہمارے زیر نگین ہو جائیں گے تو ہم بھی نمازی اور غزائی بن جائیں گے۔ آزادی و حکومت روز بروز تھوڑا ہی بڑھ کر آتی ہے۔ اور بھی سچی بات ہے کہ آزادی و حکومت دین و اخلاق سے بہت بڑی چیز ہے۔ اس لئے اگر ہمارے بڑوں نے اس امر پر خاص توجہ مبذول کر رکھی ہے کہ عوام میں دینی شعور بیدار و قوی نہ ہو تو وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ گردن زدنی ہیں وہ لوگ جو اقلیت دین کے غبار دیکھ رہے ہیں۔

دیکھئے صاحب! آپ ہمیں مولانا سمجھیں یا مسٹر۔ لیکن بات ہم صاف اور خدا لگتی کہتے ہیں کہ بھلا وہ بھی کوئی زندگی ہے۔ جس میں شان و شکوہ، خسروی، تفاخر و تعیش، حسن و عیش اور شرب و خمر کی محفلیں، رقص و سرود کی جلوہ گاہیں، فسق و فجور کے مزے، خطبات کی فسون کاری۔ چالاکي و مکاری کا کمال اور انسانوں کا شکار نہ ہو۔ ایسی خشک، بخر، بے رونق، بے مزہ روکھی پیکی، بغیر دلچسپ اور منجھ زندگی اور دنیا مومنوں، عابدوں اور زاهدوں ہی کو مبارک ہو۔ چھری گھسی، سمجھو اور تہذیب یافتہ دنیا تو ایسی زندگی سے ہزار بار پناہ مانگتی ہے۔ اور جو مذہب ایسی زندگی اختیار کرنے پر غفلت کے پتلوں اور نفس کے بندوں کو مجبور کرے اس سے وہ ڈھائی ہاتھ جوڑتی ہے اور مذہبی رہنماؤں سے کہتی ہے کہ خدا کے لئے ہمارا پیچھا چھوڑو۔

مذہبی طبقہ کے احتساب اور فتویٰ سے بے خوف ہو کر ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ کمیونسٹ اور فنگ زدہ طبقہ

یہ یہ کہنا کہ وہ اپنی جنسی اور نسلی محبوب کو دوبارہ نہ دہو تو اسے اختیار کریں۔ یہ بھی ناجائز دباؤ اور لاکھ اف فی اللہ کے خلاف ہے۔ اور آزادی پر ناروا پابندی، حقیقی آزادی وہ ہے جو مادر پدر آزاد سے قیدی ہو۔ جبر مذہب و اخلاق کی کوئی پابندی نہ ہو۔ ایسی آزادی کو لیکر کوئی کیا کرے جس میں قدم قدم پر جائز ناجائز کی پابندی ہو۔ اور رنگین و حسین جذبات و احساسات کو کچلنا پڑے۔ لہذا وہی مذہب سچا اور اچھا ہے جو ہماری خواہشات کی پیروی کرے۔ اور ہماری دلچسپیوں کو ہاتھ نہ لگائے۔

نہ معلوم کس مسخرے نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر بکا دیا ہے۔ کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ ہم نے تو کتابوں میں بھی یہی پڑھا، بزرگوں سے بھی یہی سنا اور ہمارے آقاؤں نے بھی یہی بتلایا کہ اسلام ایک مذہب ہے۔ اور ہمیں یہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے واقعی اسلام کو ایک مذہب ہی ماننا چاہئے۔ کیونکہ مذہب تو دراصل چند بنیادی عقائد و حقائق، چند بنیادی تصورات اور چند عبادات و رسوم کا نام ہے۔ ایسا سمجھنے اور ماننے میں ہمیں آزادی مل جاتی ہے۔ کہ ہم اپنی پسند کے مطابق چاہے روس کو اپنا قبلہ اور امام بنائیں۔ اور چاہے امریکہ و برطانیہ کے سامنے سجدہ بڑھو جائیں۔ بس پھر زندگی کے مزے ہی مزے ہیں۔ اور اگر ہم یہ مان لیں کہ اسلام ایک دین ہے تو جاری ساری آزادیاں دلچسپیاں اور مزے خاک میں مل جاتے ہیں۔ اسلام ہمارے تمام افکار و اعمال، زندگی کے تمام شعبوں اور تمام سرگرمیوں پر محیط و حاوی ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر ہمارے عوام اپنے چکلوں، اپنے سیناؤں، اپنے کلبوں، اپنے سکولوں، کالجوں، اپنی انھیں گاہوں، اپنے فلمی ستاروں، اپنی قوالیوں، اپنے عرسوں، اپنے بھانڈوں اور نفلوں، اپنی لوٹ مار، چوری، ڈاکہ، غصب، رشوت، خیانت، بلیک مارکیٹ، زنا کاری، عیاشی، فحاشی اور زنی پسندی کی خیر چاہتے ہیں تو اسلام کو مذہب سے دین نہ بنے دیں۔ اگر وہ بن جائے

تو اس کا بائیکاٹ کر دیں۔ اپنے زعمائے مذہب کو حکمران طبقہ کا
اجیر بنائیں اور مولویوں کو مولویوں سے یعنی دیوبندیوں کو
بریلیوں سے اور صوفیوں کو صوفیوں سے بھڑا دیں۔

پڑھے لکھوں یعنی ترقی پسندوں کو غل مچانا
چاہئے۔ کہ مذہب بہت بوڑھا اور ناکارہ ہو چکا ہے، اسلام
آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، مذہبی فکر و تدبیر عمل و تجر کا
شکار بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ مذہبی رہنماؤں کی ایک نہ سنو۔ زندگی
کے تقاضوں کو پورا کر دینے کے لئے سانچوں میں ڈھلتے جاؤ۔
اپنے داخلی حالات کو خارجی حالات پر منطبق کرتے رہو۔ ٹھس

اور جاد ہو کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ خارجی تغیرات سے تاثرات لینے کے
لئے اپنے دماغ کے کوآرپوریٹ کھول دو۔ اور دماغ کو پوسے
طور پر ماحول کا پابند بنا دو۔ اگر ہمارے جاہلوں اور
پڑھے لکھوں نے ہماری نصیحت و تجویز پر عمل
نہ کیا اور کہیں خدا انھماستہ نفس و شیطان کو
مؤمنین و صالحین نے برسرِ اقتدار آکر قید کر دیا
تو بس اشتراکیت، سرمایہ داری اور مادہ پرستی کا بیڑا غرق۔
پڑھو بھائیو درود شریف۔
قرار دادِ صفِ زندہ باد۔

۷۸۶ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ الْعَالَمِيْنَ

(مولا نا غلام دستگیر صاحب ناٹمی لاہور)

تری پادشاہی ہے دونوں جہاں میں
تجھے جملہ گرہر جگہ میں نے پایا !
عیان تیری قدرت ہے دشت و جبل پر
تڑپ برق میں۔ نور تیرا قمر میں
تری تیری شبنم میں، پتوں میں سبزی
ہوا کو سبب زندگی کا بنایا !!!
غریبانِ دشت و سمندر کی خاطر
بنایا جو ہم کو محمد کی امت !

ترا حکم جاری ہے کون و مکاں میں !
چھپا اگر چہ تو پردہٴ لامکاں میں
ترا فیض جاری ہے کون و مکاں میں
چمک نور میں۔ نوشہر تیری بوستاں میں
نزاکت گلوں میں، تکلم زباں میں !!!
پرندوں کو تھامے ہے تو آسماں میں
جلالے ہیں تو نے دیئے آسماں میں
ہوئے ہم ہیں ممتاز از سارے جہاں میں

تری ذات یارب ہے اصلی و ارفع
وہ کیا آئے ناٹمی کے دم و گماں میں

بقیہ مضمون از شذرات ۱۹

مرزا محمود کا تردیدی بیان [ناظر انجمن خدام احمد]

کی طرف سے مرزا

محمود کا جو الہام اکھنڈ ہندوستان کی حمایت اور پاکستان کے عارضی ہونے کے بارے میں شائع ہوا ہے۔ اخبارات میں اس کے متعلق بہت دنوں سے بحث و تمجیس ہوتی رہی۔ لیکن ”الفضل“ جواب دیتا رہا۔ اور مرزا محمود نے اس کے متعلق اپنا کچھ بیان نہیں دیا۔ ہر راج کے ”الفضل“ میں مرزا محمود کا ایک طویل بیان شائع ہوا ہے۔ جس کو ایک ہینڈ بل کی شکل میں علیحدہ شائع کر کے لاہور میں تقسیم بھی کیا گیا ہے۔ اس طویل بیان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) کہ میرے نام سے یہ الہام بالکل غلط اور جھوٹ شائع کیا گیا ہے۔ یہ سب اجراء یوں اور بعض دوسرے لوگوں کی شرارت ہے۔ اور ہر حسب عادت بہت کچھ بُرا بھلا کہا ہے۔ بد دعائیں دی ہیں۔ کہ یہ لوگ مفتری اور کذاب ہیں۔ مجھے خواہ مخواہ بدنام کرنے کیلئے یہ افتراء پر جازی کی گئی ہے۔ اور اس کو جھوٹ قرار دینے کی وجوہات یوں بیان کی ہیں۔

(۱) کہ انجمن خدام احمد کوئی انجمن نہیں۔

(۲) احمد سے مراد مسیح موعود ہے (یعنی مرزا غلام احمد

قادیانی (دیر) اور ہم رسول کریم کے نام کے سوا کسی اور نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے۔

اور ان اشتہارات میں احمد کے ساتھ صلی اللہ علیہ

وسلم لکھا ہوا ہے۔ تو یہ شائع کرنے والوں کی شرارت

بلکہ جہالت ہے۔

(۳) کوئی میرے ہاتھ کا لکھا ہوا الہام بتا دے۔ کہ میں نے خود ایسا الہام تحریر کیا ہو۔

(۴) اس اشتہار میں ”اکھنڈ ہندوستان“ کا عنوان خالص جھوٹ و اتہام ہے۔ اور ایسا عنوان شرارت کی بنا پر منتخب کر کے شائع کیا ہے۔

(۵) مئی ۱۹۷۷ء تک میری کوششیں یہ تھیں کہ ہندو مسلم تعلقاً خوشگوار ہوں۔ اور کسی طرح ملک تقسیم نہ ہو۔ اور اس

کے بارہ میں میں نے اپنے ذاتی خیالات کسی دفعہ ظاہر کئے تھے۔ مگر کوئی الہام شائع نہیں کیا۔ مگر جب مئی ۱۹۷۷ء میں یہ بات ظاہر ہو گئی۔ میں نے اپنی رائے بدل لی۔ اور پورے زور سے پاکستان کی تائید شروع کر دی۔ اُس وقت جب احواری اس امر کی کوشش میں تھے کہ پاکستان کی پابھی نہ لکھی جائے میں اس امر کی تائید میں تھا کہ پاکستان سب کا سب مکمل ہو جائے۔

(۶) اگر یہ ثابت کیا گیا کہ میری طرف سے ایسا کوئی الہام شائع ہوا ہے تو میں ہزار روپیہ انعام دینے کو تیار ہوں۔

یہ ہے اُس بیان کا خلاصہ جو مرزا محمود نے اپنی صفاتی کے طور پر دیا ہے۔ جس قدر سب و شتم اور بد دعائوں سے اس بیان

میں کام لیا گیا ہے اس کا جواب تو صرف عطائے توبہ نکالنے کو ہے کہہ کر دیا جاسکتا ہے۔ یہ عادت صاحبزادے کو اپنے باپ

میراث میں ملتی ہے۔ اور اَللّٰہُ نَدُوْہُ لَکُمَا لَکُمَا کے مطابق باپ کے خصائص دعوات کو ترک کی طرح قبضہ میں رکھنا اس کی

”سقاوت“ یا دشقاوت کی نشانی ہے۔

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ انجن خدام احمد کوٹی انجن ہے بھی یا نہیں۔ اشتہار کسی حقیقت مند مرزائی نے اپنے مصلح موعود کا الہام اور رویائے صادقہ سمجھ کر عقیدہ شائع کیا۔ یا بقول مرزا کسی اجزائی یا دوسرے کسی مسلمان نے اس کی اشاعت کی۔ بلکہ اصل سوال تو یہ ہے کہ ۵ اپریل ۱۹۵۷ء کے ”الفضل“ پر جو حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ درست ہے یا غلط۔ اس لئے جہاں تک واقعہ کا تعلق ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعینہ مطبوعہ اشتہار کے الفاظ ہی میں مرزا محمود کا یہ رویا ۵ اپریل ۱۹۵۷ء اور پھر دوبارہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۷ء کے ”الفضل“ میں شائع شدہ موجود ہے۔ ”اکھنڈ ہندوستان“ کا عنوان خود ”الفضل“ نے اس رویا اور بیان کردہ تمام واقعہ کے لئے منتخب کیا ہے۔ مرزا محمود مرزائیوں کا مصلح موعود ہے۔ خود مرزا صاحب کے کلام سے اور اس کے بعض الہامات سے جو اس کی کتاب قدامت میں موجود ہیں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزا محمود کی کیا کیا نفیلتیں ہیں۔ اور اس کے رویا کی کیا حیثیت ہے۔ اور یہ کہ رویا کا درجہ الہام کا درجہ ہوتا ہے۔ اگر مرزا محمود یا کوٹی اور مرزائی واقعی ایک ہزار روپیہ انعام دینے کے لئے تیار ہو تو یہ رقم کسی تنگ یا ٹالٹ کے پاس رکھ دے اور ہم علی رؤس الاشهاد ”الفضل“ کے یہ دواں پرچے پیش کر دیں گے۔ اور ثابت کر دیں گے۔ کہ ”اکھنڈ ہندوستان“ کے عنوان ہی سے مرزا محمود کا یہ رویا شائع کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اکھنڈ ہندوستان منروہی ہے۔ اور اگر ملک تقیم ہوا تو یہ تقیم عارضی اور وقتی ہوگی۔ مرزا محمود صاحب نے اپنے بیان میں ایک اور چالاکی سر کام لیا ہے۔ کہ خود میرے ہاتھ کا لکھا ہوا الہام بتا دے۔ یہ ایک ایسی چالاکی اور تبلیغ ہے جو خود ہی ثابت کر رہا ہے کہ مرزا محمود اپنی صفائی پیش کرنے میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور وہ اب فرار کے لئے یہ ایک چور دروازہ ڈھونڈ رہا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خود مرزا غلام احمد

کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہ تو کوئی کتاب ہے اور نہ رسالہ اور پمفلٹ۔ سب کچھ کتابوں کا لکھا ہوا طبع ہوتا ہے۔ کل مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی بات پیش کی جائے اور مرزائی مناظر لا جواب ہو کر کدے کہ یہ تو بچپی ہوئی عبارت ہے۔ جو کسی کا تب لے لکھی ہوگی۔ مجھے خود مرزا صاحب کی لکھی ہوئی عبارت پیش کر دو۔ تب حجت تام ہوگی۔ تو قارئین خود انصاف سے فیصلہ کریں کہ ایسا بینتر ابدنا خود ہی شکست فاش کی دلیل ہے۔ کیا ”الفضل“ مرزائیوں کا ترجمان خصوصی نہیں؟ اس میں مرزا محمود کے نام سے جو کچھ شائع کیا جاتا ہے اُسے مستند سمجھا جائے۔ اور اگر یہی بات ہے کہ ”الفضل“ کی روایت معتبر نہ ہو اور ہر بات کے لئے مرزا محمود کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہی ضروری ہو تو پھر ہم یہ سمجھیں کہ ”صفائی“ میں یہ بیان ”مرزا محمود کا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ”الفضل“ میں یونہی غلط شائع ہوا ہو۔ مرزا محمود کا اپنا لکھا ہوا تو ہے نہیں اور شاید اس نے اس سلسلہ میں کوئی بیان ہی نہ دیا ہو۔ اور اگر ”الفضل“ اتنی غلط جرات کر سکتا ہے۔ کہ مرزا محمود کے نام سے خلاف واقعہ رویا شائع کرتا ہے تو مرزائیوں کو سب سے پہلے اس کذاب و مفتری کی طرف متوجہ ہو کر درست کرنا چاہئے کہ وہ آئندہ مرزا محمود کے متعلق کوئی بات شائع نہ کیا کرے۔ اور اگر ایسا نہیں اور واقعہ ”الفضل“ مرزا محمود اور مرزائیوں کی صحیح ترجمانی کر لے۔ اور اس کی رپورٹ مستند ہوتی ہے تو پھر مرزا محمود کا یہ بیان کرنا کہ مجھے خود اپنے ہاتھ کی تحریر دکھائی جائے۔ کس قدر جلیبیس اور دیدہ دلیری ہے۔ اپنے بیان میں یہ کہنا کہ احمد سے مراد ہے غلام احمد، خود اس بات پر دال ہے کہ یہ اشتہار کسی مرزائی کی طرف سے ہے۔ ورنہ کوئی مسلمان احمد غلام احمد کبھی مراد نہیں لے سکتا۔ اور یہ مراد لینا اگر ایسی اور کفر سمجھتا ہے۔ باقی کہنا کہ ہم رسول کریم کے سوا کسی اور کو علی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھتے اور کہتے۔ کس قدر فریب کاری ہے۔ علی اللہ اشی کے صیغہ سے بھی

مشن کے دوران ہی میں نے الجملہ قیام پاکستان کی تائید شروع کی تھی۔ اور ہندوؤں کی تنگ نظرانہ ذہنیت کی بنا پر کانگریس سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ چنانچہ اکابر احرار کی اس وقت کی تقریریں اخبارات میں اب بھی موجود ہیں۔ پھر راج ہی میں انہوں نے مجلس عاملہ کے طویل اجلاس کے بعد یہ باقاعدہ فیصلہ کیا کہ کانگریس سے بالکل بیزاری ہو۔ پاکستان کی تائید کی جائے۔ اور پنجاب کو کسی طرح تقسیم نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ احرار کے ترجمان ”آزاد“ میں یہ ساری تفصیل موجود ہے۔ اب بتایا جائے کہ نظریہ پاکستان کی حمایت پہلے کس نے کی؟ مئی سے قبل راج و اپریل تک تو مرزا محمود کی کوشش یہ تھی کہ ملک تقسیم نہ ہو۔ اور پاکستان نہ بنے۔ اور اراکین تقسیم کی تائید میں تھے۔

پرویز کی فتنہ پر داری

چکڑا لو ریت یعنی فتنہ انگار حدیث ہے۔ عبد اللہ چکڑا لوی کا نکلا ہوا مذہب اور فتنہ گار دینی اسلام حیران چوری اور غلام محمد پرویز تک پہنچ کر اب خدا سا سچوں میں ڈھلنے لگا ہے۔ اور عرصہ سے ”طلوع اسلام“ کے صفحات احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور اس کو محض تاریخی واقعات قرار دینے کے لئے وقف ہیں۔ ہر اشاعت میں ایک نیا شگوفہ کھلا یا جاتا ہے۔ اور ان مسائل کو ”تحقیق“ کے نام سے مجروح کیا جاتا ہے۔ جواب تک امت کے ہاں اجماعی طور سے فیصلہ ہونے کے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں نئے نئے شبہات ٹٹلے جاتے ہیں۔ عموماً اس طبقہ کے مطالعہ میں یہ مقالات و مضامین آیا کرتے ہیں جن کو دین کے متعلق ابتدائی معلومات بھی نہیں ہوتے۔ اس لئے پرویز صاحب جس طرح بھی ”داو تحقیق“ دیگر جہارت کی رنگ آمیزیوں اور دجل و تلہیس سے کام لیتے ہیں۔

بل جائے محاکمہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لیتے ہوئے مسیح موعود کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔ لیکن علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو ”الفصل“ کے اسی پرچہ میں موجود ہے۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم اور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آخر فرق کیا ہے۔ بلکہ جملہ فعلیہ اور جملہ ہمہ کے فرق کے لحاظ سے تو علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مزید تاکید وثبات اور دوام و رسوخ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مرزا محمود نے یہ بھی عام ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا ہے۔ تاکہ اس طرح ان کو یہ یقین دلایا جائے کہ ہمارے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر احترام موجود ہے۔ اس بیان دینے سے اس الہام کی تردید نہ ہوئی۔ بلکہ اس تازہ بیان نے تو شائع شدہ اشتہار کی توثیق و تائید کر دی۔ اس اشتہار کا مضمون بھی تو یہ تھا کہ اپو بل تک مرزا محمود اکھنڈ ہندوستان کے خواب دیکھتا رہا۔ اور ”گاندھی جی کے ساتھ سوتا رہا“ اور بیان میں خود تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ مٹی تک ہندوؤں مسلمانوں کو ایک کرنے کی جدوجہد جاری تھی اور مٹی کے جبینہ میں کہیں جا کر منکشف ہوا ہے کہ قیام پاکستانی ناگزیر ہے۔ اور پھر مرزا محمود صاحب نے ”پورا زور لگایا ہے“ ظاہر ہے کہ سچوں کو تقسیم ملک کا سرکاری اعلان ہوا ہے۔ اور ویسے سیاست دانوں نے اس سے قبل ہی سمجھ لیا تھا کہ تقسیم ملک کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ گویا بالکل آخری فیصلہ ہونے تک مرزا محمود صاحب ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن جب اس فیصلے کا علم ہوا کہ اب ملک تقسیم ہو کے رہے گا۔ تو پھر مرزا صاحب نے زور لگا کر یہ زعم خود پاکستان بنایا۔ اور اس رویا کی بنا پر ظاہر ہے کہ یہ تقسیم عارضی ہی سمجھتا رہا۔ اس مطلوبہ اشتہار میں بھی یہی مضمون تھا۔ تو اس تازہ بیان سے مرزا محمود نے اس کے نفس مضمون کی تائید کر دی۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مجلس احرار اسلام نے تقسیم ملک سے جبینوں قبل یکدم وفارقی

وسجادہ خاموش ہیں۔ اور حجاب و منبر سے ان کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھتی۔ واقعی ضرورت ہے کہ اہل قلم حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس فتنہ کو سر اٹھانے سے پہلے ختم کرنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ شمس الاسلام میں ہم بھی اس سلسلہ میں کچھ لکھیں گے۔ اور اہل علم سے استدعا ہے۔ کہ وہ حجت حدیث اور دوسرے مسائل کے متعلق تحقیقی مضامین بھیج کر مسنون فرمائیں تاکہ شمس الاسلام میں شائع کئے جائیں۔

قارئین اسی کو حق و صداقت یقین کرتے اور اسی کو معارف قرآنی سمجھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اب تک اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف اہل حق نے کوئی خاص توجہ نہیں کی۔ اور اسی ڈھیل دینے سے اب اس کی جڑائیں بڑھ رہی ہیں۔ مولانا ظفر احمد صاحب نقاوی نے البتہ بعض رسائل میں اس کا مواخذہ کیا اور اس کے مضامین پر علمی تنقید کی ہے۔ اور ماہ مارچ کے رسالہ ”فاران“ کراچی میں ماہر القادری صاحب نے بہترین علمی انداز اور اچھے طرز استدلال سے پرویز صاحب کی تردید کی ہے۔ محترم ماہر صاحب! نے یہ سچا شکایت کی ہے۔ کہ ”طلوع اسلام“ کے ان مضامین و مقالات کی اشاعت و مفاد پر دازی کو دیکھ کر اصحاب خرقہ

قوم کے جوانوں کے نام

(محترم شمس لانگری،)

دنیا میں کامیابی کا سرسراؤ اس قوم کے سر بڑھا ہے جو اپنے سرعسکر کے اشارہ پر کھڑی ہے۔ ہر تحریک اسی وقت پروان پڑھی ہے۔ جب اس کے چلانے والے پرپوری قوم قربان ہو چکی ہو۔ ہر عمارت کی تکمیل اسی وقت ظہور میں آئی ہے جب ہزاروں اینٹیں اسکی بنیادوں میں روپوش ہو چکی ہیں۔ متحدہ جہاد جو کہ صداقت پر مبنی ہو دست قدرت معاون و مددگار ہوتا ہے۔ تاریخ اسلام کی ورق گردانی میں اپنے اسلاف کے کارناموں کی بھلک میں دیکھو کہ مٹھی بھر مجاہدوں نے ہزاروں کفار کے شکروں کو نیت و نابود کر کے توحید کی روشنی میں مخلوق خدا کو تسکین دلائی۔ ای پاکستان کے حقیقی مجاہدو! یقین کامل جانا کہ اسلامی وقار و توحید کی روشنی میں لبوس ہے۔ جو کہ لازوال طاقت اور ہدایت کا منبع ہے۔ جس سے موبودہ مغربی جمہوریت و اشتراکیت رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔ خود غرضی اور مادہ پرستی کے علاوہ ایک تیسری شخاع اسلامی آئین ہے جس سے تسکین قلب اور ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

(شمس لانگری،)

یتیم پوتے کے میراث کا مسئلہ

(مولانا سید سیاح الدین صاحب کلاخیل مدیر اعزازی)

جاری پر قسمتی سے ہم مسلمانوں نے ہندوستان کے اکثر حصوں میں دوسرے احکام الہی اور فرامین خداوندی کے خلاف زندگی گزارنے کی طرح تقسیم میراث کے مسئلہ میں بھی بدلتوں سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ دیا تھا۔ خصوصاً صوبہ سرحد و پنجاب میں عموماً باشندگان ملک امیر و غریب، ہر نسل و خاندان کے چھوٹے بڑے تمام حضرات حتیٰ کہ مولوی اور پیر بھی (الامام الشافعی) قانون انگریزی یا رواج ملکی کے مطابق میت کا مال تقسیم کر دیتے تھے۔ اور کبھی قرآن مجید کھول کر قانون الہی کے ماتحت تعین و تقسیم حصص نہیں کی گئی تھی۔ بیویاں محروم رہتیں، لڑکیاں محروم رہتیں، بہنیں محروم رہتیں اور ماٹیں اور دادیاں محروم رہتیں۔ کسی شخص کے مرنے کے بعد صرف اس کی زینہ اولاد مال و جائیداد پر قابض بن جاتی تھی۔ غریب و محتاج لڑکی اور بہن کو بھی کچھ نہ دیا جاتا تھا۔ اور بار بار ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ میت کے لڑکے لاکھوں کی جائیداد پر قابض ہو کر خود اپنی والدہ کو جو شرعاً لڑکے کی حقدار ہوتی تھی۔ پیٹے اوپر لیک بوجھ سمجھتے تھے۔ اور اس کے نان و نفقہ میں جو تھوڑا بہت خرچ ہوتا اسے اپنا احسان و تبرع قرار دیتے تھے۔ ضابطہ خداوندی سے اس عملی بجاوت و نافرمانی کا یہ سلسلہ ویسے تو انگریزی دور سے بھی پہلے سے شروع تھا۔ لیکن انگریز کے دور حکمرانی میں اس بجاوت کو قانونی بواز کا بھی درجہ حاصل ہوا۔ اور کھلے بندوں قرآن کی مخالفت ”عدالتوں“ کے فیصلوں ہی کی روشنی میں ہوتی تھی۔ اور کسی حقدار کو یہ طاقت حاصل نہیں تھی کہ وہ اپنا حق جو

خداوند تعالیٰ نے اسے اپنی ابدی کتاب میں دیا ہے کسی غاصب سے وصول کر سکے۔ لڑکیاں و کچھیتی تھیں کہ باپ کی جائیداد میں سے ان کا حق ان کا نالائق و عیاش بھائی غلط راستوں پر ضائع و برباد کر رہا ہے۔ اور وہ خود ایک ایک دانہ کو ترس رہی ہیں۔ لیکن ان کے پاس کوئی قانونی حربہ ایسا نہ تھا کہ غائب و مسرف بھائی سے کم از کم اپنا جائز حق لے کر فیضیاع و نقصان سے بچا سکیں۔ اور اپنے لئے گزارے کا سامان کر سکیں۔ انھیں ایک ظلم عظیم ہو رہا تھا۔ لیکن چونکہ بدلتوں سے یہ ظلم جاری تھا۔ اور اپنے عموم و شیعہ کی وجہ سے اس ظلم نے انصاف و عدل کا درجہ حاصل کیا تھا۔ اس لئے رفتہ رفتہ ہضم ہونے لگا اور کسی کو یہ ناگوار بھی نہ ہو رہا تھا کہ آخر ایسا ظلم کیوں ہو رہا ہے۔ اور معروف عند الناس نے معروف عند العقل کی حیثیت پاٹی تھی۔ ابھی لئے کوئی عاقل و دانشمند اس طریق تقسیم میراث پر اعتراض کرنے کی جرأت بھی نہ کرتا تھا۔ بلکہ ہر ایک خود ہی یہ جواب دے دیتا کہ چونکہ ایسا چلا آ رہا ہے اس لئے اس کے خلاف کچھ کتنا ہی غلط ہے۔

ظلم و عدوان اور باطل و ناجائز کے عام استیلاء و تغلب کے وقت میں اگرچہ عام طور سے طبیعتیں مسخ ہو جاتی ہیں لیکن ہرزمانہ میں سعید الفطرۃ اشخاص کچھ نہ کچھ ایسے ضرور ہوتے ہیں کہ وہ منکر کی کڑواہٹ کو بہر حال ضرور محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی جد و جہد جاری رکھتے ہیں۔ کہ منکرات کا استیصال ہو۔ اور معروف عند اللہ ہی کا غلبہ و شیعہ ہو جائے۔ چنانچہ

اسی بنا پر پہلے صوبہ سرحد میں ۱۹۳۷ء کو بعض نیک طینت اور مخلص دیندار مسلمانوں کی سعی و کوشش سے اس مسئلہ کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ صوبائی اسمبلی میں شریعت بل کے نام سے تقسیم میراث وغیرہ متعلقہ مسائل کے بارے میں بل پیش ہو کر پاس ہوا۔ جسے یکم جنوری ۱۹۳۷ء سے کانگریسی وزارت کے زمانہ میں ڈاکٹر خان نے نافذ کر دیا۔ اور بعد ازاں قانون شریعت کے مطابق تقسیم جائیداد کا کام شروع ہوا۔ ماحول کی ناسازگاری اور طبیبوں پر شیطانی اثرات کے غلبہ کی وجہ سے اس بارے میں بھی جن جن پور دروازوں سے نکل بھاگنے کی کوششیں کی گئیں اور اب بھی کی جا رہی ہیں وہ ایک طویل داستان ہے۔ جس کا چھیڑنا فی الحال مقصود نہیں۔

صوبہ سرحد کی طرح گذشتہ سال پنجاب اسمبلی میں بھی شریعت بل جو مسائل میراث وغیرہ کے متعلق ہے پیش ہو کر پاس ہوا۔ اور تقریباً ایک سال سے نافذ العمل بھی ہے۔ پنجاب میں بھی قانون شریعت کے نام سے جو خلاف شریعت اتفاقات درج کئے جا چکے ہیں۔ اور اعراض کے ماتحت یا ناواقفیت قانون کی وجہ سے ان غلط اقدامات کی جو تصدیق ذمہ دار افسروں کی طرف سے کی جاتی ہے اس کی رپورٹیں بھی اکثر ہمارے پاس پہنچتی رہتی ہیں۔

وہ بھی ایک حل طلب اور قابل غور مسئلہ ہے کہ آخر اسلام کے نام سے غیر اسلامی تقسیم میراث کیوں ہو رہی ہے۔ لیکن موجودہ مقالہ میں اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا پیش نظر نہیں۔ بلکہ شریعت بل کے اجراء و نفاذ کے بعد جو ایک اور مسئلہ سامنے آگیا ہے اس کے متعلق شرعی تحقیق اور چند شبہات کا ازالہ مقصود ہے۔

اب تک رواج کے مطابق محمول یہ تھا۔ کہ مثلاً زید کے دو بیٹے ہیں عمرو اور بکر۔ اور بکر کے دو لڑکے ہیں خالد و محمود۔ زید کی زندگی میں بکر کا انتقال ہوا اور اس کے دو لڑکے خالد و محمود رہ گئے ہیں۔ تو جب زید کی وفات ہو جاتی تو زید کی جائیداد کا نصف

حصہ عمرو کو دیا جاتا تھا۔ اور نصف حصہ بکر متوفی کے لڑکوں خالد و محمود کو دیا جاتا تھا۔ یعنی یتیم پوتوں کو بھی دادا کے مال میں سے متوفی باپ کے حصہ کے اندازہ پر مل جاتا تھا۔ لیکن اب قانون شریعت کی رو سے اگر دادا زید نے مرتے وقت کوئی وصیت وغیرہ نہیں کی ہے تو دونوں پوتوں خالد و محمود کو زید دادا کی میراث میں سے کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اور اس کی ساری جائیداد اگر اور لڑکے شرعی نہیں، اس میت کے زندہ لڑکے عمرو کو ملے گی۔ جب اس قانون شرعی کے مطابق بعض جگہوں میں عمل ہونے لگا۔ اور پوتے محروم کر دئے گئے۔ تو لوگوں کو حیرانی ہوئی۔ بعض نے ازراہ استعجاب و استغراب اور بعض نے بطور اعتراض و تنقید کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہاں یہ کس طرح کی تقسیم میراث ہے۔ اور عجیب قانون ہے۔ کہ اس میں پوتا محروم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے تو یہ کہنا شروع کیا۔ کہ یہ تو صریحاً ظلم ہے۔ اور خداوند تعالیٰ ظلم نہیں کرتا۔ خدا کا قانون ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف مولویوں نے اپنی ناسمجھی سے یہ سمجھ لیا ہے۔ اور ان کی دانست کی غلطی ہے۔ ورنہ صحیح بات وہی ہے جیسا کہ رواج بھی ہے۔ اور اگر شریعت کا یہ فیصلہ ہے تو پھر یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ تو ظلم ہے۔ اور اس کو ظلم ثابت کرنے کے لئے بعضوں سے سنا گیا کہ وہ جذبات کو ابھارنے کے لئے مسئلہ کی صورت بھی زیادہ رقت انگیز بنادیتے ہیں کہ مثلاً بکر ہی نے محنت کر کے مال کمایا لیکن اُس نے والد کے جذبہ اطاعت و وفاداری کی بنا پر سب کچھ والد کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور اپنے نام کی کوئی جائیداد نہیں بنائی۔ اور وہ جب فوت ہوا تو اس کے بچے خالد و محمود بالکل ہی چھوٹے اور کمزور و ضعیف رہ گئے۔ اب اگر ان کے دادا زید کی وفات کے بعد ان کے والد کی حاصل کردہ جائیداد میں سر ان بے دست و پا ضعیف بچوں کو تو کچھ نہ ملے۔ اور وہ بالکل محروم رہ کر بھوکے مر جائیں۔ اور ان کا چچا عمرو ہی باوجود مالدار ہونے

اور خود کفیل ہو سکنے کے سبب جائداد لے تو اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا۔ اور ایسی اندھیر نگرانی آخر کیسے گوارا کی جاسکتی ہے۔

اصولی جواب | اس اعتراض کا ایک اصولی جواب

ہے۔ جو اس قسم کے اُن تمام اعتراضوں کے جواب میں پیش کیا جاسکتا ہے جو شریعت کے کسی جزئی حکم کے متعلق کوئی شخص کرنا چاہتا ہو۔ اور حقیقت بھی گفتگو کا صحیح انداز بھی یہ ہے۔ کہ ہر ہر جزئی میں الجھنے اور ہر مسئلہ پر بحث کرنے کی بجائے ایک بنیادی بات طے کی جائے۔ اصولی بات یہ ہے۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو ”مسلم“ قرار دیتا ہو۔ اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کو کسی حکم کے متعلق یہ تسلی کرنے کا موقع حاصل ہے۔ کہ وہ یہ معلوم کرے کہ کیا واقعی یہ حکم خدا و رسول کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اور اگر اثبات احکام شریعت کے مقررہ طرق اور دلائل سے یہ ثابت ہو جائے کہ خدا و رسول کا حکم یہ ہے۔ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور ان کی متفق علیہا تشریحات سے حکم شریعت کی صورت متعین ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس میں چوں و چرا کرے اور کہے کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور پھر تسلیم و اطاعت کو اپنے سمجھنے پر موقوف کر دے۔ بلکہ ”مسلم“ کا تو کام ہی یہ ہے کہ جب اس کو اتنا سمجھا دیا جائے کہ یہ حکم واقعی خدا و رسول کی طرف سے ہے۔ تو بس وہ خود اُپنی مانتے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

اس لئے مسئلہ زیر بحث میں یہ سوال تو اصولاً درست ہے۔ کہ کیا واقعی شریعت میں حاد ا کے مال میں چچا کی موجودگی کی صورت میں یتیم پوتے کا حصہ نہیں؟ اگر یہ بتا دیا جائے کہ ہاں نہیں۔ تو بس آگے سوال ختم ہونا چاہئے۔ کہ کیوں نہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ

ورسول کے احکام میں ضرور حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں۔ لیکن مقصد یہ ہے کہ ”مسلم“ اپنی اطاعت و فرمانبرداری کو ان حکمتوں کے سمجھنے پر موقوف نہیں رکھتا۔ خواہ حکمت و مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ بہر حال وہ تو صرف اسی ایک مصلحت و حکمت کی بنا پر سراپا تعمیل ہو کر سراپا انجام دیتا ہے۔ کہ آقا و مالک کا حکم ہے۔ یتیم پوتے کو دارت قرار نہ دینے میں بھی حکمتیں ضرور ہیں۔ اور خدا جائے کہ کتنی حکمتیں ہو چکی۔ اُن میں سے بعض ہم بھی آگے چل کر بیان کر دیں گے۔ لیکن اگر ہماری سمجھ میں کوئی حکمت بھی نہ آتی۔ پھر بھی اگر مسئلہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ شرعاً دارت نہیں تو ہم کو بلا حیل و حجت یہ تسلیم کرنا چاہئے۔ اور اس میں پس و پیش یا کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش نکالنا شان اسلام کے خلاف ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں کو تعجب اس لئے ہو رہا ہے۔ اور اس کو ظلم اس لئے سمجھ رہے ہیں کہ یہ اُن کو بدلتوں کے جاری کردہ ایک طریقہ کے خلاف ایک نیا طریقہ معلوم ہوتا ہو۔ اور جو چیز عام حادث کے خلاف اور نا ائس ہو خواہ وہ کتنی ہی معقول و مناسب ہو طبیعتیں اس کو فوراً قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتیں۔ رائج الوقت ظلم بھی انصاف معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر اس رواج عام کے بعد اگر عدل و انصاف کا کوئی مظاہرہ ہو اور وہ نیا ہو تو عامۃ الناس اس کو ظلم سمجھتے ہیں۔ ورنہ دیکھا جائے کہ دیکھیں، بہنوں، بیویوں، ماؤں اور دادیوں کو رشتہ داروں کی میراث میں سے یکسر محروم کرنا اور سب کچھ لڑکوں اور بھائیوں بلکہ درودور کے حصہ کا سمیٹنا اور بلا شرکت غیر سے قبضہ کرنا کس قدر ظلم عظیم تھا۔ لیکن اب یتیم پوتے کو میراث میں سے حصہ نہ ملنے پر پریشان و مضطرب ہونے والے اور اس کو ظلم و غیر معقول قرار دینے والے برابر بدلتوں سے اس ظلم کو برداشت کر رہے تھے۔ بلکہ انہوں نے کبھی بھی اس کو ظلم

ہو کر اور اپنی قوت بازو سے کما کر کھانے کی ہمت کرے۔ اور اس خیال سے نہ بیٹھا رہے کہ کسی کا ترکہ میرے لئے سامان عیش دینا کرے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص واقعی مجبور یوں اور معدوریوں کی بنا پر خود کفیل نہیں بن سکتا اور اسے خود کمانے کا موقع حاصل نہیں ہو سکتا تو پھر بھی وہ صرف اس سہارا پر زندگی کی امید نہ باندھے کہ اس کو خواہ مخواہ کسی مورث ہی کا مال ملے گا۔ بلکہ ایسی صورتوں میں ضرورت و احتیاج کے موقع پر اسلامی بیت المال ہی اس کا ذمہ دار ہے۔ کہ وہ اس کے نفاذ کا انتظام کرے۔ اور دوسروں کی طرح اس کو بھی زندہ رہنے کے لئے سامان خورد و نوش اور پوشش درپائش دینا کرے۔ اسلامی قانون کے لحاظ سے تمام رعایا کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا حکومت کا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص وفات پا جائے اور اس کا ایسا کوئی مال نہیں ہو اس کے بعد اس کے ورثہ میں تقسیم ہو سکے۔ وارث محتاج اور مفلوک الحال ہیں۔ چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہیں۔ یا بیوہ ہے۔ تو ان یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنا، ان کی بنیادی ضروریات پورا کرنا امت کے اغنیاء اور اسلامی بیت المال کا کام ہے۔ اور وہ پوری ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ ان کو اپنا حق پہنچا کر دیں گے۔ اسلام کی تعلیمات میں سے اس اہم تعلیم کو اپنی عملی زندگی میں ہم نے آج کل چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہزاروں خیریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے ملک و قوم کو مستحکم کرنے اور ان ہزاروں خرابیوں کا اصلاح کے لئے اس تعلیم اسلامی کو عام کرنے کی خاص ضرورت ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کو بدل و مبرہن کرنے اور اس کی تمام شاخوں پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے لئے شاید ہم کوئی اور مضمون لکھیں گے۔ اب صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس سلسلہ میں پیش کر دیتے پر اکتفا کرتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا ہر

حس نہیں کیا۔ آداب جبکہ ان اہل حقوق کو حق ملنے لگا ہر تو اس پر چیر۔ یہ جبین ہیں۔ بعض کم بخت تو شریعت کو بھی کوستے رہتے ہیں۔ کہ شریعت میں اس طبقہ اناث کا حق کیوں مقرر کیا گیا۔ اور بعض مختلف صیلوں ہانوں اور چالبازیوں سے اب بھی ان کو اپنے حقوق سے محروم کر دیتے ہیں۔ اس لئے اگر لوگوں نے شرعی حکم سمجھ کر اپنے کو میراث نہ ملنے کا حکم چننے برداشت کر دیا تو کچھ عرصہ کے بعد جتنی خود بخود مالوس ہو جائیں گی۔ اور پھر یہ غلاف عقل معلوم ہو گا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اب یتیم کو میراث نہ ملنے کا سنکر خاص طور سے تو حس اس لئے ہوتا ہے کہ یہ سمجھا گیا ہے کہ جب دادا کے مال میں سے پوتہ کو نہ ملے تو آخر وہ کہاں سے کھائے گا۔ اور کیسے گزارہ کرے گا۔ یعنی ہماری موجودہ سوسائٹی میں معاشی زندگی کا یہ غلط تصور قائم ہو گیا ہے۔ کہ کوئی شخص گزارہ نہ کر سکتا ہے جب اس کو کسی مورث سے ترکہ میں کچھ ملے۔ ورنہ اگر کسی کو ترکہ میں سے کچھ نہ دیا جائے۔ اور خود بیماری، کمزوری، صفر سن یا اور کسی وجہ سے کمانے کے لائق نہ ہو تو پھر اس کو زندہ رہنا اور گزارا کرنا مشکل ہے۔ اور اس تصور کے ہوتے ہوئے یقیناً کمزور و کم عمر یتیموں کے ساتھ ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ میراث سے محروم رکھ کر شریعت نے یہ سارا ظلم کر دیا۔ اور ان پر رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ لہذا ساری ملامت یا تو قانون شریعت پر کی جاتی ہے اور اگر ذرا محتاط شخص ہو تو وہ شریعت کے بجائے شریعت کو جاننے والے علماء کو ذمہ وار ٹھہرا دیتا ہے۔ حالانکہ سرے سے یہ تصور زندگی ہی غلط اور غیر اسلامی ہے۔ اسلام یہ تعلیم نہیں دیتا کہ ہر شخص کسی مرے والے کی جائداد پر نظر رکھ کر اپنے گناہ کے سامان سوچے۔ بلکہ ہر ایک خود کفیل

مِنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَمْ يَتْرِكْ وَفَاءً فَعَلَى قَضَاءِهِ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُثْمَرْهُ وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ - وَفِي رِوَايَةٍ مِنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُثْمَرْهُ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَلْيُنَا (بخاری و مسلم)

جو شخص وفات پا جائے اور اس پر کوئی قرضہ ہو اور اتنا مال نہیں چھوڑ کر رہے جس سے اس کا قرض ادا ہو سکے تو اسکی لداٹنگ میرے ذمہ ہے۔ اور جو شخص مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔ دوسری روایت ہے کہ جو قرضہ چھوڑے یا ضائع ہو نیوالی کمزور اولاد اور بیوہ وغیرہ چھوڑے تو وہ میرے پاس آئے۔ میں اُن کا سرپرست و امدادی بنوں گا۔ اور ایک روایت ہے کہ جو مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے وارثوں کا اور جو اپنے پیچھے بوجھ یعنی اولاد وغیرہ چھوڑے وہ میرے ذمہ ہونگے۔

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا۔ کہ جس شخص کے ذمہ قرضہ ہو تو اس قرضہ کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔ چنانچہ آپ بیت المال المسلمین سے ایسے قرضے ادا کیا کرتے تھے۔ اور جو شخص مر جائے اور اپنے پیچھے کمزور و بے دست و پا ضائع ہونے والے بچے اور بیوہ چھوڑ جائے تو ان سب کی دستگیری اور امداد و اعانت میرے ذمہ ہے۔ چنانچہ آپ بیت المال سے اس قسم کے یتیموں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے۔ اور انہیں محسوس تک نہ تو کہ وہ کارگاہ حیات میں والدیا والدہ کے سایہ رحمت و مودت سے محروم ہیں۔ پس اگر اسلام کی اس تعلیم کو ہمیں عمل جاری کر دیا

جائے اور صرف مال صورت کو زندگی کا سہارا سمجھنے کا تصور اٹھا دیا جائے۔ تو یتیم پوتوں کو داد کی بھراٹ سے محروم قرار دیئے جانے کے باوجود یہ خطرہ پیدا نہیں ہوتا۔ کہ آخر وہ یتیم بچے کھائیں گے کہاں سے اور پہنیں گے کہاں سے۔ اور ان کی زندگی کس طرح گزر سکے گی۔ اور جب یہ خطرہ دور ہو جائے تو ان کی ہمدردی کے جس جذبہ سے سرشار ہو کر اس حکم پر تعجب کیا جا رہا تھا یا اعتراض کی گنجائش نکالی جاتی تھی وہ بھی دور ہو جائے گا۔ اور مقصد صرف اعتراض نہیں بلکہ واقعی صرف یہ ہے کہ اُن یتیموں کے گذر کا سامان ہو سکے۔ تو جب شریعت نے ایک اور راستہ سے ان کے لئے بندوبست کر دیا ہے۔ تو پھر اس پر اصرار کرنا بالکل بے جا ہے۔ کہ نہیں ہمیں تو صرف یہ چاہئے کہ اُسے داد کی جائداد میں سے حصہ لے۔ یہ ہم نے اس صورت میں عرض کر دیا جب کہ واقعہ دادا کے مال میں سے پوتے کو بالکل کچھ بھی نہ ملے اور نہ مل سکے۔ اور بالکل وہ خالی ہاتھ رہ گیا ہو۔ ورنہ شریعت کی بعض دوسری تعلیمات کی رو سے یہی غلط ہے کہ پوتے کو دادا کے مال میں سے کچھ نہ ملے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کو جائداد میں سے اتنا کچھ مل سکتا ہے جو وارث قرار دینے کی صورت میں نہیں مل سکتا۔ اور اگر شریعت کی اس تعلیم کو زیر عمل لایا جائے تو پھر سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اب یہ کہ وہ کیا صورت ہوگی۔ یہ انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت آئینہ میں عرض کر دیا جائے گا۔ (باقی آئینہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صحابہ کرامؓ کے بارگاہ رسالتؐ سے استفادہ

(مَوْلَانَا مُحَمَّدٌ مَضَامُشَقُّ)

(قسط اول)

استید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر الامم صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) جنکو جنیب رب العالمین کے امتثال امر کے لئے کئی حجت اور دلیل مقرر نہ ہوئی تھی۔ جن کو پیغمبر علیہ السلام کی کامل اتباع اور جان نثاری کے باعث درگاہ رسالت سے اصحابی کالنجوم بایہم اقتل یتیم اہتل یتیم کا خطاب ملا۔ اور جناب کبریا جل جلالہ کی طرف سے رضی اللہ عنہم ورضوانہ کا تمغہ حاصل ہوا۔ جنہوں نے دنیا اور آخرت کے ہر امر اور ہر معاملہ کو شریعت کی آنکھ سے دیکھا۔ اور اپنے ہر فیصلہ اور مقدمے کے لئے چشم انتظار کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور فرمان تک منتظر رکھا۔ تمام زمانہ نبوت میں صرف پیرہ اسم سوالات جو دنیوی اور دینی حیات کے لئے ناگزیر ہیں پیغمبر علیہ السلام سے پوچھے۔ اور سب کے جوابات اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں نازل فرمائے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ماریتاً تو ما کانوا خیراً من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما سألوا الا عن ثلاث عشرة مسئلة تتی قبض کلھن فی القرآن منھن یسئلونک عن شہو المحرام ویسئلونک عن المحیض۔ قلما کانوا یسئلون

(سوال ۱) یسئلونک عن الاھلۃ طایفہ۔ معاذ بن جبل اور ثعلبہ رضی اللہ عنہما جو کہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس سوال کیا کہ چاند پہلے باریک نکلتا ہے اور پھر دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے۔

کفار کئے لڑائی کے لئے بطنِ نخہ میں بھیجا۔ اور اس پر عبداللہ بن عجمش کو امیر مقرر فرمایا۔ اور قریش کے قافلہ کے ساتھ جو طائف سے آیا تھا۔ متبادل کیا اور کفار سے عمرو بن حضرمی مارا گیا اور یہ حمادی الشانی کا آخری دن تھا۔ جو ان پر تلے ہو گیا۔ کہ رجب شروع ہو گیا تو کفار نے صحابہ کرام رضو کو عار دلایا کہ تم نے رجب کو حلال کر لیا ہے۔ پس نازل ہوا قولہ تعالیٰ۔ یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ ما قل قتال فیہ کبیلہ الخ تجھ سے ماہ حرام میں لڑائی کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دیجئے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے۔ (۴)

(۴)..... یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ ما قل قتال فیہ کبیلہ الخ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ای سب ہمارے ہمیں خر کے بارے میں بیان ثانی بھیجے۔ کیونکہ وہ عقل اور مال کھودیتی ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بلائے گئے اور ان کو پھر کرسنائی گئی۔ پھر انہوں نے کہا کہ ای اللہ ہمارے ہم کو خر کے حق میں بیان ثانی فرمادے تو وہ آیت اتری جو سورہ نساء میں ہے۔ یعنی یا ایہا الذین امنوا لاتقرہوا الصلوٰۃ وانتم مسکراۃ۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ کا منادی پکار دیتا۔ آگاہ رہو کہ نماز سے کوئی نشہ والا قریب نہ ہو۔ پس عمر رضی اللہ عنہ بلائے گئے اور یہ آیت بھی ان کو پھر کرسنائی گئی۔ پھر انہوں نے کہا ای اللہ ہمارے ہم کو خر کے حق میں بیان ثانی بھیجے۔ پس وہ آیت نازل ہوئی جو سورہ مائدہ میں ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلائے گئے اور انکو کرسنائی گئی۔ جب فہل انتم

یہاں تک کہ چودھویں تاریخ کو اس کا نور پورا اور مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر کھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو اس میں کیا حکمت ہے۔ تو جواب میں نازل ہوا یسئلونک عن الاھلۃ وقل ہی مواقیت للناس والحج ما یطبع ترجمہ، آپ سے چاندی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہ وہ یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے وقت کے اندازے ہیں۔ یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پوچھنے والوں کو کہہ دیجئے۔ کہ یہ وقت پہچاننے کا آگاہ ہے۔ اس سے لوگ اپنی کھیتی کرنے اور تجارت کرنے کے وقت اور اپنی عورتوں کی عدت اور روزے و افطار کا حال معلوم کرتے ہیں۔ پس اگر یہ ہلال ایک ہی حال پر رہتا تو ان اوقات کی شناخت نہوتی۔

(۲)..... یسئلونک ما ذا یففقون ما یففقون ما یففقون ابن المنذر نے محمد بن مقاتل سے روایت کیا ہے عمرو بن الجموح انصاری بزرگ مالدار تھے۔ انہوں نے مال خرچ کرنے کے متعلق سوال کیا تو نازل ہوا۔ قولہ تعالیٰ۔ یسئلونک ما ذا یففقون ما یففقون پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں نیز کیا چیز اور کن لوگوں پر خرچ کریں۔ قل ما انفقتم من خیر فلولوالدین والاکرامین والیتیم والمسکین وابن السبیل وما تفضلوا من خیر فاوللہ ربکم علیم کہ تم جو کچھ بھلائی سے خرچ کرو یعنی مال حلال سے خیرات کرو وہ والدین کے لئے ہے اور اقربائے لئے ہے۔ (بہتر اپنے نفس اور اولاد کے بعد والدین۔ پھر درجہ بدرجہ اقارب) اور یتیموں کے لئے اور مساکین کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔ اور جو کچھ تم بھلائی سے کرو تو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

(۳)..... یسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ ما یطبع الخ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ای اللہ ہمارے ہم کو خر کے حق میں بیان ثانی بھیجے۔ پس وہ آیت نازل ہوئی جو سورہ مائدہ میں ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلائے گئے اور انکو کرسنائی گئی۔ جب فہل انتم

سنداران کا بہتر ہے۔ اور اگر خرچ مل کر کھوان کا تو تمنا ہے
بھائی ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے خرابی کر نیوالے کو اور دوستی
کر نیوالے کو۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل ڈالتا۔ اور اللہ
زبردست ہے تدبیر والا۔

(۷)..... ویسئلونک عن الحیض ط الخ پ ۶۔ یہود اپنی عورتوں
سے ایام حیض میں جدا ہو جاتے تھے۔ اور ان کے منہ پر
بھی نظر نہ کرتے اور ان کے ساتھ کھانا پینا کلام کرنا حرام
جانتے تھے۔ اس لئے انکو علیحدہ نکال دیتے۔ اور نصاریٰ
ان کے برعکس حالت حیض میں بھی عورتوں کے ساتھ
کھاتے پیتے جہاں کرتے اور اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔
تو صحابہ بھی زمانہ جاہلیت میں یہود کی طرح عورتوں سے
 جدا ہو جاتے تھے۔ اور اسلام لاتے تک یہی حال برابر جاری
 رہا۔ یہاں تک کہ ثابت بن الاصراح رضی اللہ عنہما اور چند صحابہ رضی
 اللہ عنہم اجماعاً نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 اس کے متعلق سوال کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ویسئلونک
 عن الحیض ط قل هو اذی فاعزلوا النساء فی
 الحیض ولا تقر بوهن حتی یطہرن ج فایا
 تطہرن فاتوهن من حیث اہم کہ اللہ ط ان
 اللہ یحب التواہد۔ ویحب المتطہرین ۵ اور آپ
 حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہ وہ نہ نجاست ہے
 پس حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔ اور ان کے پاس
 مت جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ پاک ہو لیں۔ پھر جب وہ پاک
 ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں
 حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتے ہیں تو بہ
 کرنے والوں کو اور دوست رکھتے ہیں پاک کرنے
 والوں کو۔

(۸) ویسئلونک فی النساء ط الخ پ ۶۔ صحابہ رضی اللہ عنہم

منتہون ٹنک ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انتھینا
 انتھینا یعنی ہم باز رہے ہم باز رہے۔ اس حدیث کو
 ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا
 ہے۔

(۹)..... یسئلونک ماذا ینفقون ط قل العفو ط پ ۶۔ سراج
 میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو
 صدقہ پر تحریریں اور ترغیب دلائی تھی۔ تو معاذ بن جبل رضی
 اللہ عنہ اور طلحہ بن خنمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا خیرات کریں تب یہ آیت
 نازل ہوئی۔ (ترجمہ) اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ
 کریں۔ تو کہہ دیجئے جو زائد ہو۔ یعنی اپنی ذاتی ضروریات
 سے جو زائد ہو۔ غرباء، مساکین وغیرہ پر خرچ کرو۔

(۱۰)..... ویسئلونک عن الیتیم ط الخ پ ۶۔ تفسیر ابن کثیر میں
 ہے کہ ابن جریر نے بطریق سعید ابن جبیر حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب قولہ نکالے و
 لا تقر بوا مال الیتیم الا بالیتی ہی احسن اور قولہ نکال
 ان الذین یاکلون اموال الیتیمی ظلماً انما یاکلون فی
 بطونہم ناراً ویصلون سعیراً یہ دونوں آیتیں
 نازل ہوئیں تو جس شخص کی پرورش میں کوئی یتیم تھا۔
 اس نے اس کا کھانا پینا اپنے ساتھ سے قصداً الگ کر دیا۔

پھر ایسا ہوتا کہ یتیم کے کھانے سے اگر کچھ بچ رہتا تو اسی
 کیواسطے رکھ چھوڑتے یہاں تک کہ یتیم ہی اُسے کھاتا۔
 یا وہ بڑھ جاتا۔ تو اس امر کی تکلیف ان لوگوں پر شدید
 معلوم ہوئی تو بارگاہ رسالت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ پس
 نازل فرمایا ویسئلونک عن الیتیمی قل اصلاح اہم
 خیر و ان تخالطوہم فاخوانکم واللہ یعلم المقصد
 من الصلح ط ولو شاء اللہ لاعنتکم ط ان اللہ عنین
 حکیم ۵ اور پوچھتے ہیں تجھ سے یتیموں کا حکم۔ تو کہہ دیجئے

نے جب عورتوں کی میراث وغیرہ کے احکام رسم جاہلیت کی نسبت شریعت حقہ میں زیادہ متغیر دیکھے تو کمال احتیاط سے اسکو پوچھا۔ پھر شروع سورۃ نساء وغیرہ میں اکثر احکام کیے بعد دیگرے نازل ہوئے۔ تاکہ یکبارگی ان پر شاق نہ گذرس۔ پھر انہوں نے باقی احکام کے لئے فتویٰ طلب کیا۔ نیز تقیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق جو بے اعتدالی کرتے تھے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ اور تقیم لڑکیوں سے نکاح کی اجازت چاہی تو نازل ہوا۔ و یستفتونک فی النساء اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ کہد یحببہ اللہ فتویٰ دیتا ہے تمکو ان کے متعلق۔ (آخر تک)

(۹) والحصنات من النساء الا ما ملکتم ایہا نکم چ شروع۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہو کہ جنگ حنین میں اوطاس کی غنیمتوں میں سے صحابہ کرام رض کو کثیر مال حاصل ہوا۔ اور بہت سی عورتیں شوہر دار بھی قید ہو کر آئیں۔ جن کے شوہروں کا صحابہ کرام رض کو علم تھا۔ اور شوہر دار عورتوں کا حکم حرام ہونے کے متعلق پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کی حلت و حرمت کے متعلق صحابہؓ میں تردد پیدا ہوا۔ اگرچہ وہ عورتیں ان کے ملک میں تھیں۔ تاہم ان کو بوجہ شوہر والی ہونے کے از قبیل محصنات شمار کیا۔ اور رفع اشتباہ کے لئے بحضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کی تو نازل ہوا قوله تعالیٰ والحصنات من النساء الا ما ملکتم ایہا نکم الخ الآیۃ۔ حرام کی گئی ہیں۔ تم پر شوہر دار عورتیں سوائے ان کے کہ جو تمہارے ملک میں ہیں انکیں الخ۔

(۱۰) یسئلونک ماذا احل لہم ط الخ پ ۶۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدی بن حاتم اور زید انجیل طائی کہ جس کا نام پیغمبر علیہ السلام نے زید فیر رکھا تھا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں کتوں اور شکاری پرندوں کے ساتھ ہم شکار کرتے ہیں۔ اور آں ذریعہ اور آں جویریہ کے کتے جنگلی جانوروں کو بھڑکتے ہیں۔ بعض کو تو ہم ان کے ہلاک کرنے سے پہلے ذبح کر لیتے ہیں۔ اور بعض کو ہمارے پونچنے سے پہلے کتا تلف کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مردار حرام فرمایا ہے۔ تو ہمارے لئے حلال کیا ہے۔ جواب میں نازل ہوا۔ یسئلونک ماذا احل لہم ط قل احل لکم الطیبات ط الخ الآیۃ۔ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیز حلال ہے۔ کہد یحببہ تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔

(۱۱) یسئلونک عن الانفال ط الخ پ ۷۔ مجاہد بن بدر بن تقیم غنائم کے متعلق اختلاف ہوا۔ جوانوں نے کہا کہ ہم لڑے ہیں ہمارا حق ہے۔ اور بوڑھوں نے کہا کہ ہم بھی تمہارے مددگار اور معاون رہے ہیں۔ اس لئے ہمارا بھی حصہ ہے۔ آخر کار بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا تو جواب نازل ہوا۔ کہ غنیمتیں کسی کا بھی حق نہیں۔ اللہ اور رسول کا حق ہے۔ کہ اس کے حکم سے تقسیم کرے۔ مبر جا ہے۔

(۱۲) یستفتونک ط قل الہ یتقیکم فی الکلالہ ط الخ پ ۸۔ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان ہوئے۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے پاس مال ہے۔ اور میں کالاکم ہوں۔ اور میری بہنیں ہیں۔ باقی کوئی

رشتہ دار نہیں۔ تو اپنے مال کو ان پر کس طرح تقسیم کر دے
تو آیت نازل ہوئی۔ یعنی میراث کلامہ کے متعلق آپ ص
حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں
میراث کلامہ کے متعلق حکم دیتا ہے۔ الخ
کلامہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ مرنے کے وقت جس کا پاس
اور اولاد خواہ (طکا ہو یا لڑکی) زندہ ہو۔ پوری تفصیل انشاء
اللہ آئندہ آئیگی۔

(۵۳) سوال از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہ ای سید الاولین
والآخرین یہ دو سورتیں قل اعوذ برب الفلق اور قل
اعوذ برب الناس قرآن مجید میں داخل ہیں یا کہ نہیں۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے (خدا
تعالیٰ کی طرف سے) کہا گیا۔ قُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْغَشَقِ
نے اسکو اسی طرح کہا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ قرآن
مجید میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو کلام منجانب اللہ فرمایا
جاوے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسکو اپنی زبان مبارک سے ادا کریں۔ وہی
قرآن مجید ہے۔ (نہاری)

آئندہ انشاء اللہ ہر سوال کو تفصیل
میان کیجائے گی
(باقی آئندہ)

ضیاء اسلام

(محترم شمس لا نگماہی)

سایہ تاریک باطل کا ازالہ کر دیا
امن دنیا کو سراسر زیرو بالا کر دیا
اہرمن کا زوردونوں نے دوبالا کر دیا
صانع قدرت نے تجھ کو اپنا آلہ کر دیا
قدرت حق نے تجھے ادنیٰ سوا علیٰ کر دیا
اپنے ماہ آرزو کے گرد ہالہ کر دیا
اُس کا ہر اک پھول میں رشک لالہ کر دیا

نور حق نے جب مے دل میں اُجالا کر دیا
فلک گتلخ بدبر تو نے کیا ڈھایا غضب
مدحیٰ اشتراکیت ہو یا جمہوریت
ای مسلمان دین و دنیا کی فلاح و فوز کا
جب بھی تو اسلام کے آئین پر ای مسلم چلا
ای خوشامتنویر حق کو جس نے چرخ زبیت پر
شمس گلزارِ تمنا خون دل سے سینچ کر

بَابُ التَّقْرِیظِ

”الشَّهَابُ لِرَجْمِ الْخَاطِفِ الْمُرْتَابِ“

مصنفہ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ العزیز۔ شائع کردہ ادارہ اشاعت الاسلام۔ جامع مسجد لائل پور۔ قیمت آٹھ آنہ ۸

امیر امان اللہ خان کے عہد حکومت میں نعمت اللہ خان مرزائی کو مرزائیت کے بزم ارتداد میں علماء افغانستان کے متفقہ فتویٰ سے سنگسار کیا گیا تھا۔ اس واقعہ پر ہندوستان کے مرزائی بڑے سیخ پا ہوئے۔ اور انہوں نے افغانستان کی حکومت کی شدید مخالفت شروع کی۔ اور اس کو ظلم عظیم قرار دیا۔ اُس وقت امیر امان اللہ خان کے اس فعل کو عین تقاضائے اسلام قرار دینے کے لئے اہل علم حضرات نے مضامین و مقالات لکھے۔ اُن تمام مضامین میں ”شہاب اہم، بہترین، علمی اور تحقیقی مقالہ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کا مقالہ تھا جو ”الشہاب لرجم الخاطف المرتاب“ کے نام سے شائع ہوا۔ اور جس سے مرزائی دنیا لا جواب ہو گئی تھی۔ یہ رسالہ ۱۹۲۳ء میں طبع ہوا تھا۔ اور اب مدت سے نایاب تھا۔ حضرت علامہ مرحوم کا یہ رسالہ دوبارہ ادارہ اشاعت الاسلام نے شائع کر کے اُن کی علمی یادگار کو بھرتازہ کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو حضرت مرحوم کے فیوضات علمی سے میراب ہونے کا موقع دیا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کو تحقیقی طور سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور دلائل اربعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

ہم بھی قارئین ”شمس الاسلام“ سے پرزور سفارش کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس رسالہ کو مطالعہ کریں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر عام طور سے تقسیم کریں۔ شیخ الاسلام پاکستان کا یہ فتویٰ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور مرزائیوں کے متعلق اسلامی حکومت پاکستان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ اس فتویٰ سے اس مسئلہ پر پورے طور پر روشنی پڑتی ہے +

نوٹ: ہر سچاس سے زیادہ کچا خریدنے والوں کو اور بھی قیمت میں رعایت ہو سکتی ہے۔

ملنے کا پتہ: ادارہ اشاعت الاسلام جامع مسجد لائل پور۔ یا دفتر شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا



رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۶۵۰

اپریل ۱۹۵۰ء



غلام حسین ایڈیٹر - پرنٹر - پبلشر نے ثنائی برقی پریس سرگودھا سے چھپوا کر
دفتر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ پاکستان سے شائع کیا
